



نام کتاب : تیسیر الکرم الرحمن فی تفسیر الکلام المنان المعروف بتفسیر سعدی

(پارہ ۸)

مؤلف : فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق : عبدالرحمن بن معلّٰی اللویحی حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن : حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمہ تفسیر : پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

ناشر : دار السلام

پارۂ نمبر آٹھ 8

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۶	سورة الأنعام (جاری)	811	۸ - ۷
۷	سورة الأعراف	854	۹ - ۸

وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَاهُ إِلَيْهِمُ الْمَلِئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ

اور اگر بلاشبہ ہم نازل کرتے ان کی طرف فرشتے اور کلام کرتے ان سے مردے اور اکٹھا کر دیتے ہم ان پر ہر چیز کو

قُبْلًا مَّا كَانُوا لِيَوْمِنَا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿١١﴾

سامنے، تب بھی نہ تھے وہ کہ ایمان لے آتے مگر یہ کہ چاہتا اللہ لیکن اکثر ان کے جہالت سے کام لیتے ہیں ۝

اسی طرح ان کا اپنے ایمان کو اپنے ارادے اور خود اپنی مشیت سے معلق کرنا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کرنا سب سے بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ اگر ان کے پاس بڑی بڑی نشانیاں اور معجزات بھی آجائیں، فرشتے نازل ہو کر رسول کی رسالت کی شہادت دے دیں ان کے ساتھ مردے باتیں کرنے لگیں اور خود ان کو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا جائے ﴿وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ اور زندہ کر دیں ہر چیز کو ان کے سامنے، حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ باتیں کریں ﴿قُبْلًا﴾ ”سامنے“ یعنی ان کے سامنے نظر آتے ہوئے اس چیز کی تصدیق کریں جسے لے کر رسول آیا ہے تب بھی ان کے حصے میں ایمان نہیں آ سکتا، اگر اللہ کی مشیت ان کے ایمان لانے کی نہ ہو۔ مگر ان میں سے اکثر جاہل ہیں اسی لیے انہوں نے اپنے ایمان کو مجرد آیات و معجزات کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

عقل اور علم کا تقاضا تو یہ ہے کہ بندے کا مطلوب و مقصود اتباع حق ہو اور وہ اسے ان طریقوں سے تلاش کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے، حق پر عمل کرے اور اس کی اتباع میں اپنے رب کی مدد طلب کرے۔ اپنے نفس اور اپنی قوت و اختیار پر بھروسہ نہ کرے اور ان آیات و معجزات کا مطالبہ نہ کرے جن کا کوئی فائدہ نہیں۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنَّ يُوحِي بَعْضُهُمْ

اور اسی طرح بنائے ہم نے ہر نبی کے دشمن شیطان انسانوں اور جنوں (دونوں) میں سے، ذالتا ہے ایک ان کا

إِلَى بَعْضٍ زُخْرَفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ

دوسرے کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکہ دینے کیلئے اور اگر چاہتا آپکا رب تو نہ کرتے وہ یہ (کام) پس چھوڑیے آپ ان کو

وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٢﴾ وَلِيَتَصْنَعِيَ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

اور جو وہ افتراء باندھتے ہیں ۝ اور تاکہ مائل ہو جائیں اس (جھوٹ) کی طرف دل ان کے جو نہیں ایمان لاتے

بِالْآخِرَةِ وَلِيَرِضُوهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ ﴿١٣﴾

آخرت پر اور تاکہ راضی ہوں وہ اس (جھوٹ) سے اور تاکہ کرتے رہیں (برے کام) جو وہ کر رہے ہیں ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے جس طرح ہم نے آپ کے دشمن بنا دیئے جو آپ کی دعوت کو ٹھکراتے ہیں اور آپ سے حسد کرتے ہیں تو یہ ہماری سنت ہے، ہم ہر نبی کے جس کو ہم مخلوق کی طرف مبعوث کرتے ہیں جنوں اور انسانوں میں سے دشمن مقرر کر دیتے ہیں وہ ان تمام امور کی مخالفت کرتے ہیں

جنہیں رسول لے کر آئے ہیں۔ ﴿يُوجِى بُعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفِ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ ”سکھلاتے ہیں وہ ایک دوسرے کو طمع کی ہوئی باتیں، فریب دینے کے لیے“، یعنی وہ ایک دوسرے کو ان باطل امور کو سجا کر اور مزین کر کے پیش کرتے ہیں جن کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں اور وہ اس کی تعبیرات کو آراستہ کر کے بہترین اسلوب میں پیش کرتے ہیں تاکہ یہ یوقوف اس سے دھوکہ کھا جائیں اور سیدھے سادے لوگ ان کے سامنے سراطعت خم کر دیں جو حقائق کا فہم رکھتے ہیں نہ معانی کو سمجھتے ہیں، بلکہ خوبصورت الفاظ اور طمع سازی ان کو اچھی لگتی ہے، پس وہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتے ہیں۔ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِيَتَصَفَّى اِلَيْهِ﴾ ”تاکہ اس کی طرف مائل ہوں۔“ یعنی اس مزین کلام کو سننے کی طرف مائل ہوں ﴿اَفَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ ”ان لوگوں کے دل جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے“ کیونکہ یوم آخرت پر ان کا ایمان نہ رکھنا اور عقل نافع سے ان کا محروم ہونا، ان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے ﴿وَلِيَبْزُوْهُ﴾ ”اور تاکہ وہ اس کو پسند بھی کر لیں“، یعنی اس کی طرف مائل ہونے کے بعد۔ پس ان کے دل پہلے اس کی طرف مائل ہوتے ہیں پھر ان خوبصورت اور مزین عبارت کو جب دیکھتے ہیں تو ان کو پسند کرنے لگتے ہیں یہ عبارات ان کے دل میں سج جاتی ہیں اور ایک راسخ عقیدہ اور لازم وصف بن جاتی ہیں۔ پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان سے اس قسم کے اعمال سرزد ہوتے ہیں یعنی وہ اپنے قول و فعل میں جھوٹ کا ارتکاب کرتے ہیں جو ان عقائد قبیحہ کا لازمہ ہیں پس یہ حال ان شیاطین جن و انس کا ہے جو ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں۔ رہے آخرت پر ایمان رکھنے والے عقل مند اور سنجیدہ لوگ تو وہ ان عبارات سے دھوکہ کھاتے ہیں نہ ان طمع سازیوں کا شکار ہوتے ہیں، بلکہ ان کی ہمت اور ان کے ارادے حقائق کی معرفت حاصل کرنے میں مصروف رہتے ہیں وہ ان معانی پر نظر رکھتے ہیں جن کی طرف دعوت دینے والے دعوت دیتے ہیں۔ اگر یہ معانی حق ہیں تو انہیں قبول کر لیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں خواہ ان کو کم تر عبارات اور غیر وافی الفاظ میں کیوں نہ بیان کیا گیا ہو اور اگر یہ معانی باطل ہیں تو انہیں ان کے قائل کی طرف لوٹا دیتے ہیں خواہ ان کا قائل کوئی بھی ہو اور خواہ ان الفاظ کو ریشم سے بھی زیادہ خوشنما لبادہ اوڑھادیا گیا ہو۔

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے کہ اس نے انبیائے کرام علیہم السلام کے دشمن بنادیئے اور باطل کے انصار و اعوان مقرر کر دیئے جو باطل کی طرف دعوت دیتے ہیں تاکہ اس کے بندوں کی آزمائش اور امتحان ہو سکے اور سچے جھوٹے، عقل مند اور جاہل، صاحب بصیرت اور اندھے کے درمیان امتیاز ہو سکے اور یہ بھی اس کی حکمت کا حصہ ہے کہ حق و باطل کی اس کشمکش کے اندر حق کی تمیز اور توضیح ہے کیونکہ جب باطل حق کا مقابلہ کرتا ہے تو حق روشن ہو کر اور نکھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ تب اس وقت حق کے وہ دلائل اور شواہد واضح ہو جاتے ہیں جو حق کی صداقت اور حقیقت اور باطل کے فساد اور اس کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں جو سب سے بڑا مقصد ہے جس کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

أَفَغَيْرَ اللَّهِ ابْتِغَىٰ حَكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ

کیا پس اللہ کے سوا تلاش کروں میں کوئی حاکم؟ حالانکہ وہی ہے جس نے نازل کی ہے تمہاری طرف یہ کتاب مفصل اور وہ لوگ

اتَّبِعُوا الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونُوا

کروں ہم نے انہیں کتاب جانتے ہیں وہ اس بات کو کہ بلاشبہ نازل شدہ ہے آپ کے رب کی طرف سے ساتھ حق کے پس نہ ہوں آپ

مِنَ الْمُنْتَرِينَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ

شک کر نیوالوں سے ۝ اور مکمل ہے بات آپ کے رب کی صدق اور عدل میں نہیں ہے کوئی تبدیل کرنے والا اس کی باتوں کو

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ۝

یعنی اے رسول ﷺ! ان سے کہہ دیجئے ﴿أَفَغَيْرَ اللَّهِ ابْتِغَىٰ حَكْمًا﴾ ”کیا میں اللہ کے سوا کوئی منصف تلاش کروں“ اور اس کے پاس اپنے فیصلے لے کر جاؤں اور اس کے اوامر و نواہی کی پابندی کروں؟ کیونکہ غیر اللہ حاکم نہیں محکوم ہوتا ہے اور مخلوق کے لیے ہر تدبیر اور ہر فیصلہ، نقص، عیب اور ظلم و جور پر مشتمل ہوتا ہے اور جسے حاکم بنانا واجب ہے، وہ صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی ذات ہے جو خلق و امر کی مالک ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا﴾ ”حالانکہ اسی نے اتاری ہے تم پر کتاب واضح“، یعنی جس میں حلال و حرام احکام شریعت اور دین کے اصول و فروع واضح کئے گئے ہیں، اس کی توضیح سے بڑھ کر کوئی توضیح نہیں، اس کی دلیل سے روشن کوئی دلیل نہیں، اس کے فیصلے سے اچھا کوئی فیصلہ نہیں اور اس کی بات سے زیادہ درست کسی کی بات نہیں کیونکہ اس کے احکام حکمت و رحمت پر مشتمل ہیں۔

کتب سابقہ کے حاملین یہود و نصاریٰ اس حقیقت کو پہچانتے ہیں ﴿يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ ”(اور) جانتے ہیں کہ وہ آپ کے رب کی طرف سے ٹھیک نازل ہوئی ہے“ اسی لیے اخبار سابقہ اس کی موافقت کرتی ہیں ﴿فَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُنْتَرِينَ﴾ پس آپ اس بارے میں شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا﴾ ”اور آپ کے رب کی بات پوری سچی ہے اور انصاف کی“، یعنی خبر میں صداقت اور اوامر و نواہی میں عدل ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عزیز میں جو خبریں بیان کی ہیں اس سے سچی کوئی خبر نہیں اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے بڑھ کر کسی حکم میں عدل و انصاف نہیں۔ ﴿لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ﴾ ”اس کی بات کو کوئی بدلنے والا نہیں“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی ہے اور صدق کی مختلف انواع اور حق کے ذریعے سے ان کو محکم کیا ہے۔ اس لیے ان میں تغیر و

تبدیل کرنا ممکن نہیں اور نہ اس سے زیادہ خوبصورت کلام وجود میں لایا جاسکتا ہے ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ﴾ ”اور وہ سنتا ہے“

وہ مختلف زبانوں اور متفرق حاجتوں پر مبنی تمام آوازوں کو سن سکتا ہے ﴿الْعَلِيمُ﴾ ”جانتا ہے۔“ جس کا علم ظاہر و باطن اور ماضی و مستقبل ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

وَإِنْ تُطِيعْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ

اور اگر اطاعت کریں آپ اکثر کی ان میں سے جو زمین میں ہیں تو وہ بہکا دیں گے آپ کو اللہ کے راستے سے، نہیں پیروی کرتے وہ

إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ

مگر اپنے گمان کی اور نہیں ہیں وہ مگر اٹکل پچھو کرتے ۝ یقیناً آپ کا رب وہ خوب جانتا ہے اس کو جو بہکتا ہے

عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾

اس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو لوگوں کی اکثریت کی اطاعت سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے ﴿وَإِنْ تُطِيعْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ”اگر آپ کہنا مانیں گے اکثر ان لوگوں کا جو دنیا میں ہیں تو آپ کو اللہ کے راستے سے بہکا دیں گے“ کیونکہ ان میں سے اکثر لوگ اپنے دین اعمال اور علوم سے منحرف ہو چکے ہیں۔ پس ان کے دین فاسد اور ان کے اعمال ان کی خواہشات نفس کے تابع ہیں اور ان کے علوم میں تحقیق ہے نہ سیدھے راستے کی طرف راہنمائی۔ ان کا تمام تر مقصد ظن و گمان کی پیروی ہے اور ظن و گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں محض اندازوں سے ایسی بات کہتے ہیں جس کا انہیں علم نہیں۔ جس کے یہ احوال ہوں تو اس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو ڈرانا اور ان کے احوال کو بیان کرنا مناسب ہے کیونکہ اس آیت کریمہ کا خطاب اگرچہ نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے تاہم آپ کی امت ان تمام احکام میں آپ کی تابع ہے جو خصوصی طور پر صرف آپ کے لیے نازل نہیں فرمائے گئے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچی بات کہنے والا ہے ﴿هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ ”وہ خوب جانتا ہے اس کو جو اس کے راستے سے ہٹے“ اور وہ اسے بھی جانتا ہے جو راہ راست پر چلے اور جو راہ راست کی طرف راہنمائی کرے۔ پس اے مومنو! تم پر فرض ہے کہ تم اس کی نصیحتوں پر عمل کرو اور اس کے اوامر و نواہی کی پیروی کرو۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ تمہارے مصالح کا علم رکھتا ہے اور تم سے زیادہ تم پر رحم کرنے والا ہے۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کسی گروہ کی کثرت سے اس کے حق ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا اور اسی طرح اگر کسی معاملے میں اس کو اختیار کرنے والے تھوڑے ہوں تو یہ قلت ان کے ناحق ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی بلکہ اسکے برعکس فی الواقع حقیقت یہ ہے کہ اہل حق تعداد میں بہت کم اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر اور اجر میں بہت عظیم ہوتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ حق و باطل کی پہچان کے لیے ان ذرائع کو اختیار کیا جائے جو اس کے

لیے معروف ہیں۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا

پس کھاؤ تم! اس (جانور) میں سے کہ ذکر کیا گیا ہے نام اللہ کا اس پر اگر ہو تم اس کی آیتوں پر ایمان لائیو! ۱۱۸ ○ اور کیا ہے تمہیں کہ نہ

تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَضَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا

کھاؤ تم اس (جانور) میں سے کہ ذکر کیا گیا ہے نام اللہ کا اس پر؟ جبکہ واضح کر دیا ہے اس نے تمہارے لیے جو حرام کیا ہے اس نے تم پر مگر وہ کہ

اضْطُرَرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنْ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ

مجبور کر دیئے جاؤ تم اس (کے کھانے) پر اور بلاشبہ اکثر لوگ بہکاتے ہیں (لوگوں کو) اپنی خواہشات سے بغیر علم کے بیشک آپ کا رب

هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾

وہ خوب جانتا ہے حد سے گزرنے والوں کو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ایمان کے تقاضے پورے کرنے کا حکم دیتا ہے نیز وہ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ اگر وہ مومن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ ان حلال مویشیوں کا گوشت کھائیں جن پر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اور ان جانوروں کی حلت کا اعتقاد بھی رکھیں اور اس طرح نہ کریں جس طرح اہل جاہلیت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے شیاطین کے گمراہ کرنے کے باعث اپنی طرف سے گھڑ کے بہت سی حلال چیزوں کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ اس مذموم عادت میں جو اللہ تعالیٰ کی شریعت میں تغیر و تبدل کو مضمّن ہے اہل جاہلیت کی مخالفت کریں نیز یہ کہ کون سی چیز ہے جو انہیں اس جانور کو کھانے سے روکتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مفصل طور پر بیان کر کے واضح کر دیا ہے کہ کون سی چیز ان پر حرام ٹھہرائی گئی ہے؟ تب کوئی اشکال اور کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ حرام میں پڑنے کے خوف کی وجہ سے بعض حلال چیزیں بھی کھانی چھوڑ دی جائیں۔ اور آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ اگر شریعت کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیتی تو وہ اپنی اباحت پر باقی ہے۔ پس جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ خاموش ہے وہ حلال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام ٹھہرایا ہے اس کی تفصیل بیان کر دی ہے اور جس کے بارے میں کوئی تفصیل بیان نہیں کی وہ حرام نہیں ہے۔ بایں ہمہ وہ حرام چیزیں جن کو اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے سخت بھوک اور اضطراری حالت میں مباح کر دیا ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ﴾ ”تم پر مبرا ہوا جانور، بہتا خون اور خنزیر کا گوشت حرام کر دیا گیا ہے۔“ اس کے بعد فرمایا ﴿فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (المائدہ: ۳۱) ”اگر کوئی بھوک کی شدت میں مجبور ہو جائے اور وہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے

والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِنْ كَثِيرًا لِّيُضِلُّوْنَ بِأَهْوَاءِهِمْ﴾ ”اور بہت سے لوگ بہکاتے ہیں اپنی خواہشات سے“ یعنی مجرّد خواہشات نفس کے ذریعے سے ﴿بَغْيِرِ عِلْمٍ﴾ بغیر کسی علم اور بغیر کسی دلیل کے۔۔۔ پس بندے کو اس قسم کے لوگوں سے بچنا چاہئے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سامنے ان کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان کی دعوت کسی دلیل اور برہان پر مبنی نہیں ہے اور نہ ان کے پاس کوئی شرعی حجت ہے۔ پس ان کی فاسد خواہشات اور گھٹیا آراء کے مطابق ان کو شبہ لاحق ہوتا ہے۔ پس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے بندوں پر ظلم و تعدی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے برعکس راہ راست کی طرف راہنمائی کرنے والے ہدایت یافتہ لوگ حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اپنی دعوت کو دلائل عقلیہ و نقلیہ کی تائید فراہم کرتے ہیں اور وہ اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے تقرب کے سوا اور کوئی مقصد پیش نظر نہیں رکھتے۔

وَذَرُّوا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ

اور چھوڑ دو ظاہر گناہ اور پوشیدہ گناہ بلاشبہ جو لوگ کرتے ہیں گناہ غفریب جزاء دیئے جائیں گے وہ

بِمَا كَانُوا يَفْقَرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

ساتھ اس کے جو تھے وہ کرتے ۝

یہاں (اثم) سے مراد تمام معاصی ہیں جو بندے کو گناہ گار کرتے ہیں یعنی اسے ان امور کے بارے میں گناہ اور حرج میں مبتلا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق سے متعلق ہوتے ہیں۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ظاہری اور باطنی گناہوں کے ارتکاب سے منع کیا ہے یعنی چھپ کر یا علانیہ ان تمام گناہوں سے روکا ہے جو بدن، جوارح اور قلب سے متعلق ہیں۔ بندہ ظاہری اور باطنی گناہوں کو اس وقت تک کامل طور پر ترک نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ بحث و تحقیق کے بعد ان کی معرفت حاصل نہیں کر لیتا۔ بنا بریں گناہوں کے بارے میں بحث و تحقیق کرنا، قلب و جوارح کے گناہوں کی معرفت اور ان کے بارے میں علم حاصل کرنا مکلف پر حتمی طور پر فرض ہے اور بہت سے لوگوں پر ان کے گناہ مخفی رہتے ہیں خاص طور پر قلب کے گناہ چھپے رہتے ہیں مثلاً تکبر، خود پسندی اور ریا وغیرہ۔ یہاں تک کہ بندہ ان میں سے بہت سے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے مگر اسے اس کا احساس اور شعور تک نہیں ہوتا اور یہ علم سے اعراض اور عدم بصیرت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ جو لوگ ظاہری اور باطنی گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے اکتساب کے مطابق اور ان کے گناہوں کی قلت و کثرت کے اعتبار سے ان کو سزا دی جائے گی اور یہ سزا آخرت میں ملے گی۔

کبھی کبھی بندے کو دنیا میں سزا دے دی جاتی ہے اس طرح اس کی برائیوں اور گناہوں میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اِسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَاِنَّ الشَّيْطٰنَ

اور مت کھاؤ تم اس (جانور) میں سے کہ نہیں ذکر کیا گیا نام اللہ کا اس پر اور یقیناً یہ (کھانا) البتہ فسق ہے اور بلاشبہ شیطان

لَيُوْخُوْنُ اِلٰى اَوْلِيَیْهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۝ ۱۶

البتہ (شبہات) ڈالتے ہیں طرف اپنے دوستوں کی تاکہ جھگڑا کریں وہ تم سے اور اگر اطاعت کی تم نے انکی تو یقیناً تم بھی البتہ مشرک ہو گے ۝

اس ممانعت میں وہ اشیا بھی داخل ہیں جن پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو مثلاً بتوں اور مشرکین کے معبودوں کے لیے ذبح کرنا۔ اور یہ ممانعت ﴿اَهْلًا بِغَيْرِ اللّٰهِ يَهُ﴾ (المائدہ: ۳۱۵) ”جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔“ کی نص کے ذریعے سے خصوصی طور پر حرام ہے۔ اس تحریم میں وہ جانور بھی شامل ہیں جو اللہ کے لیے ذبح کئے گئے ہوں مگر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو مثلاً قربانی اور ہدی کے جانور کا ذبیحہ یا گوشت کھانے کے لیے جانور ذبح کرنا۔ بہت سے علماء کے نزدیک یہ جانور اس وقت حرام ہوگا جب جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اور اس عموم سے دوسری نصوص کی بنا پر دفع حرج کی خاطر بھول کر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام چھوڑنے والا مستثنیٰ ہے۔ اس تحریم میں وہ جانور بھی شامل ہے جو بغیر ذبح کئے مرجاتا ہے کیونکہ اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا ہوتا۔ اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر یہ نص بیان فرمائی ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ﴾ (المائدہ: ۳۱۵) ”تم پر مردہ جانور حرام کر دیا گیا ہے“ اور شاید اس فرمان کے نازل ہونے کی وجہ بھی یہی ہے ﴿وَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَيُوْخُوْنُ اِلٰى اَوْلِيَیْهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ﴾ ”اور شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں“ یعنی وہ تمہارے ساتھ بغیر کسی علم کے جھگڑا کریں گے کیونکہ مشرکین نے جب یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مردار کو حرام قرار دے دیا ہے اور جس کو ذبح کیا گیا ہو اس کو حلال قرار دیا ہے اور ان کا مسلک یہ تھا کہ وہ مردار کے کھانے کو حلال سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عناد کی بنا پر بغیر کسی دلیل اور برہان کے کہا ”تم اس جانور کو تو کھا لیتے ہو جسے تم نے خود قتل کیا اور وہ جانور نہیں کھاتے جسے اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے“ اور اس سے مراد وہ مردار لیتے۔

یہ انتہائی فاسد رائے ہے جو کسی دلیل اور حجت کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کی کج بخشی کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے۔ اگر حق ان کی آراء کا تابع ہوتا تو زمین و آسمان اور ان کے رہنے والے سب فساد کا شکار ہو جاتے۔ اس لیے ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے احکام پر جو کہ مصالح عامہ اور منافع خاصہ کے موافق ہیں اس عقل کو مقدم رکھتا ہے۔ اور یہ ان سے کچھ بعید بھی نہیں کیونکہ یہ آراء ان سے اس بنا پر صادر ہوئی ہیں کہ ان کے سر پرست شیاطین انکو باطل آراء الہام کرتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ مخلوق بھٹک کر اپنے دین سے دور

ہو جائے اور وہ ان کو دعوت دیتے رہتے ہیں تاکہ وہ جہنمی بن جائیں ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ﴾ اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی۔ یعنی اگر تم نے ان کے شرک ان کے حرام کو حلال ٹھہرانے اور حلال کو حرام قرار دینے میں ان کی بات مانی ﴿إِنَّكُمْ لَشَرِکُونَ﴾ ”تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے“ کیونکہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر ان کو اپنا سرپرست اور والی بنا لیا ہے اور وہ جس بنیاد پر مسلمانوں سے علیحدہ ہوئے تم نے بھی اس کی موافقت کی اس لیے تمہارا راستہ اور ان کا راستہ ایک ہے۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ وہ کشف والہامات جو دل میں القاء ہوتے ہیں اور یہ کشف والہام خاص طور پر صوفیہ کے ہاں بہت کثرت سے واقع ہوتے ہیں۔۔۔ اپنے مجرد الہام ہونے کی بنا پر اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حق ہیں۔ اور ان کی اس وقت تک تصدیق نہیں کی جاسکتی جب تک کہ ان کو قرآن و سنت پر پیش نہ کیا جائے۔ اگر قرآن و سنت ان کو قبول کرنے کی شہادت دیں تو ان کو قبول کر لیا جائے۔ اگر یہ کشف والہام قرآن و سنت کے منافی ہوں تو ان کو رد کر دیا جائے۔ اگر ان کا حق یا باطل ہونا واضح نہ ہو تو اس میں توقف کیا جائے اس کی تصدیق کی جائے نہ تکذیب۔ کیونکہ وحی اور الہام شیطان کی طرف سے بھی ہوتا ہے اس لیے الہام رحمانی اور الہام شیطانی کے مابین فرق اور امتیاز کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ دونوں قسم کے الہامات کے درمیان عدم تفریق سے بندہ جن غلطیوں اور گمراہیوں کا شکار ہوتا ہے ان کو اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا۔

أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَشْهَدُ بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ

کیا وہ شخص جو تھا مردہ پھر زندہ کیا ہم نے اس کو اور بنا دیا اس کیلئے نور وہ چلتا ہے اسکے ساتھ لوگوں میں اس شخص جیسا (ہو سکتا) ہے

فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۶﴾

جو کہ اندھیروں میں ہے نہیں نکلتا ان سے اسی طرح مزین کئے گئے کافروں کے لیے وہ (کام) جو تھے وہ کرتے ○

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُّجْرِمِيهَا لِيَسْکُرُوا فِيهَا وَمَا يَسْکُرُونَ

اور اسی طرح بنا دیا ہم نے ہر بستی میں بڑے لوگوں کو جرائم پیشہ اس بستی کا تاکہ مکر کریں وہ اس میں اور نہیں مکر کرتے وہ

إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۲۷﴾ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ

مگر اپنے آپ ہی سے نہیں شعور رکھتے وہ ○ اور جب آتی ہے ان کے پاس نشانی تو کہتے ہیں! ہرگز نہیں ایمان لائیں گے ہم یہاں تک کہ دیئے جائیں ہم

مِثْلَ مَا أُوتِيَ رَسُلُ اللَّهِ ﷻ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ﷻ سَيُصِيبُ الَّذِينَ

مثلاً اسکے جو دیئے گئے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو جانتا ہے جہاں وہ رکھتا ہے اپنی رسالت، عنقریب پہنچے گی ان لوگوں کو جنہوں نے

أَجْرُمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ ﷻ بِمَا كَانُوا يَسْکُرُونَ ﴿۱۲۸﴾

جرم کئے ذلت اللہ کے ہاں اور شدید عذاب بوجہ اس کے جو تھے وہ مکر کرتے ○

﴿أَوْ مَنْ كَانَ﴾ ”بھلا ایک شخص جو کہ تھا“، یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہدایت عطا کرنے سے پہلے ﴿مَیْنًا﴾ ”مردہ“، یعنی کفر، جہالت اور گناہوں کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ﴿فَاحْیِنَهُ﴾ ”پھر ہم نے اس کو زندہ کیا۔“ پھر ہم نے اسے علم، ایمان اور اطاعت کی روشنی کے ذریعے سے زندہ کر دیا اور وہ اس روشنی میں لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہوا اپنے امور میں بصیرت سے بہرہ ور ہوا اپنے راستے کو جانتا ہوا بھلائی کی معرفت رکھتا ہوا سے ترجیح دیتا ہوا اپنے آپ پر اور دوسروں پر اس کے نفاذ کی کوشش کرتا ہوا جو برائی کی معرفت رکھتا ہوا، اسے ناپسند کرتا ہوا اور اسے ترک کرنے کی کوشش کرتا ہوا اور خود اپنی ذات سے اور دوسروں سے اس برائی کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہوا۔۔۔ کیا یہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو جہالت، گمراہی، کفر اور گناہوں کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہو؟

﴿لَیْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا﴾ ”وہاں سے نکلنے والا نہ ہو“ اس پر تمام راستے مشتبہ ہو گئے ہوں وہ تاریکی کے راستوں میں بھٹک رہا ہو پس اسے غم و ہوم، حزن اور بدبختی نے گھیر لیا ہوا اور ان میں سے نکل نہ سکتا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عقل کو ان امور کے ذریعے سے متنبہ کیا ہے جن کا وہ ادراک کر سکتی ہے اور ان کی معرفت رکھتی ہے کہ یہ دونوں قسم کے شخص مساوی نہیں ہو سکتے ہیں، جیسے رات اور دن، اندھیرا اور اجالا، زندہ اور مردہ برابر نہیں ہوتے۔ گویا یوں کہا گیا ہے کہ وہ شخص جو رتی بھر بھی عقل رکھتا ہے اس حالت میں رہنے کو کیسے ترجیح دے سکتا ہے اور وہ گمراہی کے اندھیروں میں حیران و سرگرداں کیسے رہ سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿زَیِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ”مزین کر دیئے گئے کافروں کی نگاہ میں ان کے کام، پس شیطان ان کے سامنے ان کے اعمال کو خوشنما بنا تا رہتا ہے اور ان کو ان کے دل میں سجا تا رہتا ہے یہاں تک کہ یہ اعمال ان کو اچھے لگنے لگ جاتے ہیں اور حق دکھائی دیتے ہیں۔ یہ چیزیں عقیدہ بن کر ان کے دل میں بیٹھ جاتی ہیں اور ان کا وصف راسخ بن کر ان کے کردار میں شامل ہو جاتی ہیں۔ بنا بریں وہ اپنی برائیوں اور قباحتوں پر راضی رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اندھیروں میں سرگرداں اور اپنے باطل میں لڑکھڑاتے رہتے ہیں۔ تاہم ان کی حیثیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ کچھ ان میں سے قائدین اور متبعین ہیں اور کچھ تابع اور پیروکار۔

پہلی قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو انتہائی بدبختی کے احوال سے بہرہ یاب ہوئے، بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُّجْرِمِينَ﴾ ”اور اسی طرح کئے ہیں ہم نے ہر بستی میں گناہ گاروں کے سردار“، یعنی وہ قائدین اور رؤسا جن کا جرم بہت بڑا اور سرکشی بہت سخت ہوتی ہے ﴿لَیْسَ كَرُوا فِيهَا﴾ ”کہ حیلے کیا کریں وہاں،“ یعنی فریب کاری، شیطان کے راستے کی طرف دعوت دینے، انبیاء و مرسلین اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ قوی و فعلی جنگ و جدل کے ذریعے سے سازشیں کریں، مگر ان کی سازش اور فریب کاری انجام کار انہی کے خلاف

جاتی ہے۔ وہ بھی چالیں چلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی چال چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین چال چلنے والا ہے۔

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کبارائے ہدی اور بڑے بڑے فاضل لوگوں کو کھڑا کرتا ہے جو ان مجرموں کا مقابلہ کرتے ہیں ان کے نظریات و اقوال کا جواب دیتے ہیں اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور اس طرح وہ ان راستوں پر گامزن ہوتے ہیں جو انہیں ان کے مقصد تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مدد سے نوازتا ہے ان کی رائے کو درست کرتا ہے ان کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے اور کامیابی ان کے اور ان کے دشمنوں کے مابین الہی بدلتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ انجام کار فتح و نصرت اور غلبہ اہل ایمان کے حصہ میں آتا ہے۔

بڑے بڑے مجرم صرف حسد اور بغاوت کی بنا پر باطل پر قائم اور حق کو ٹھکرا رہے تھے اور کہتے تھے: ﴿لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ﴾ ”ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک کہ نہ دیا جائے ہم کو جیسا کچھ دیا گیا ہے اللہ کے رسولوں کو“ یعنی نبوت اور رسالت۔ یہ ان کی طرف سے محض اللہ تبارک و تعالیٰ پر اعتراض ان کی خود پسندی اور اس حق کے مقابلے میں تکبر کا اظہار تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل پر نازل فرمایا تھا نیز اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر قدغن لگانی تھی۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے فاسد اعتراض کو رد کرتے ہوئے آگاہ فرمایا کہ یہ لوگ بھلائی کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ نیز یہ کہ ان لوگوں کا انبیاء و مرسلین بننا تو کجا ان میں تو کوئی ایسی چیز بھی نہیں جو ان کو اللہ کے نیک بندوں میں شمار کرنے کی موجب ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ ”اللہ خوب جانتا ہے اس موقع کو جہاں رکھے وہ اپنی پیغمبری“ یعنی اللہ کے علم میں جو رسول بننے کا اہل ہے جو رسالت کے بوجھ کو اٹھا سکتا ہے جو ہر قسم کے خلق جمیل سے متصف اور ہر قسم کے گندے اخلاق سے مبرا ہو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق اسے رسالت کا منصب عطا کرتا ہے اور جو اس معیار پر پورا نہ اترتا ہو اور اس کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے بہترین مواہب سے ہرگز نہیں نوازتا اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاک گردانا جاتا ہے۔

یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے کمال حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نہایت رحیم و وسیع جو دو کرم اور بہت فضل و احسان کا مالک ہے تاہم وہ حکیم بھی ہے اس لیے وہ اپنی بخشش سے صرف اس کو نوازتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجرموں کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرُهُمْ أَصْغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ﴾ ”عنقریب پہنچے گی گناہ گاروں کو ذلت اللہ کے ہاں“ یعنی اہانت اور ذلت۔ جیسے وہ حق کے ساتھ تکبر سے پیش آئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ ﴿وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ﴾ ”اور سخت عذاب اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے“ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ظلم نہیں بلکہ ان کی چال بازیوں کے سبب سے اللہ تعالیٰ انہیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

فَمَنْ يُرِدِ اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ طِكْذُ لِكَ يَجْعَلُ اللهُ
تو کر دیتا ہے اس کا سینہ تنگ انتہائی تنگ گویا کہ وہ چڑھ رہا ہے آسمان میں اسی طرح کرتا ہے اللہ

الرَّحْسُ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٥﴾

پلیدی اوپر ان لوگوں کے جو نہیں ایمان لاتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے بندے کی سعادت و ہدایت اور اس کی شقاوت و ضلالت کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جس کو اسلام کے لیے انشراح صدر ہو جاتا ہے یعنی اس کا سینہ وسیع ہو جاتا ہے۔ تو دل نور ایمان سے منور اور یقین کے پر تو سے زندہ ہو جاتا ہے اور نفس ایمان پر مطمئن ہو جاتا ہے، نفس نیکی سے محبت کرنے لگتا ہے اور وہ نیکی میں لذت محسوس کرتے ہوئے نیکی کرتا ہے نیکی کو بوجھ نہیں سمجھتا۔ پس یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت عطا کر دی ہے اور اسے توفیق سے نواز کر سب سے درست راستے پر گامزن کر دیا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے یعنی اس کا سینہ ایمان، علم اور یقین کے لیے بہت تنگ ہو جاتا ہے اس کا دل شبہات و شہوات کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے، بھلائی اس تک راہ نہیں پاسکتی نہ بھلائی اور نیکی کے لیے اس کو انشراح صدر حاصل ہوتا ہے۔ گویا وہ سخت تنگی اور شدت میں ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ یعنی اسے آسمان پر چڑھنے کا مکلف کیا جا رہا ہے جہاں چڑھنے کا اس کے اندر کوئی حیلہ نہیں۔

یہ ہے ان کے عدم ایمان کا سبب اور یہی وہ چیز ہے جو اس بات کی موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیجے کیونکہ انہوں نے خود اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور احسان کے دروازے بند کر لیے۔ یہ ایسی میزان ہے جو کبھی خیانت نہیں کرتی اور ایسا راستہ ہے جو کبھی نہیں بدلتا۔ بیشک جو کوئی اللہ کے راستے میں مال عطا کرتا ہے اللہ سے ڈرتا ہے نیکی کی تصدیق کرتا ہے تو ہم اس کو آسان راستے (بھلائی) کی توفیق عطا کر دیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے اور بے پروا بناتا ہے اور نیکی کو جھٹلاتا ہے تو ہم اس کو مشکل راستے (گناہ) پر گامزن کر دیتے ہیں۔

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾ لَهُمْ

اور یہ ہے راستہ آپ کے رب کا سیدھا تحقیق مفصل بیان کر دیں ہم نے آیات ان لوگوں کیلئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں ○ ان کیلئے ہے

دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٧﴾

گھر سلامتی کا نزدیک ان کے رب کے اور وہی دوست ہے ان کا یہ سبب اس کے جو تحفے وہ عمل کرتے ○

یعنی آپ کے رب تک اور عزت و تکریم کے گھر تک پہنچانے والا راستہ معتدل راستہ ہے، جس کے احکام واضح کر دیئے گئے ہیں، جس کے قوانین کی تفصیل یہاں بیان کر دی گئی ہے اور خیر کو شر سے ممتاز کر دیا گیا۔ یہ تفصیل و توضیح ہر شخص کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو نصیحت پکڑتے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو علم رکھتے ہیں، پھر اپنے علم سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کے لیے بہت بڑی جزا اور خوبصورت اجر تیار کیا گیا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ”ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے ہاں“ چونکہ جنت ہر عیب، آفت و تکدر اور غم و ہوم جیسی ناخوشگوار یوں سے سلامت اور پاک ہے، اس لیے اس کو ”دار السلام“ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جنت کی نعمتیں انتہائی کمال کو پہنچی ہوئی ہوں گی، کہ کوئی ان کا وصف بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ جنت کے اندر قلب و روح اور بدن کے لیے نعمتوں کے جو سامان ہیں تمنا کرنے والے اس سے بڑھ کر کسی نعمت کی تمنا نہیں کر سکتے۔ اس جنت میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو ان کے دل چاہیں گے اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی اور وہ اس جنت میں ابدالاً باد تک رہیں گے۔

﴿وَهُوَ وَلِيُّهُمْ﴾ ”وہی ان کا ولی و مددگار ہے“ جو ان کی تدبیر اور تربیت کا مالک ہے وہ ان کے تمام معاملات میں ان کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آتا ہے جو اپنی اطاعت پر ان کی مدد کرتا ہے اور ان کے لیے ہر وہ راستہ آسان کرتا ہے جو انہیں اس کی محبت کی منزل تک پہنچاتا ہے اور وہ ان کی سرپرستی اپنے ذمے صرف اس لیے لیتا ہے کہ وہ نیک اعمال بجالاتے اور ایسے کام آگے بھیجتے ہیں جن سے ان کا مقصد اپنے آقا کی رضا مندی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص ہے جس نے اپنے آقا سے روگردانی کی اور اپنی خواہشات نفس کے پیچھے لگا رہا تو اللہ تعالیٰ اس پر شیطان مسلط کر دیتا ہے جو اس کا سرپرست بن کر اس کے دین و دنیا کو تباہ کر دیتا ہے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ۖ يَبْعَثُ الرَّجِلَ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ ۖ وَقَالَ

اور جس دن وہ اکٹھا کرے گا ان سب کو (تو فرمائے گا) اے گروہ جنوں کے! تحقیق بہت زیادہ (مگرو) کئے تھے تم نے انسانوں میں سے اور کہیں گے

أَوَّلِيُّوهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتَ

انکے دوست انسانوں میں سے اے ہمارے رب! فائدہ اٹھایا ہمارا ایک نے دوسرے سے اور پہنچے ہم اس میعاد کو جو مقرر فرمائی تھی تو نے

لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ

ہمارے لیے (اللہ) فرمائے گا! آگ ہی ٹھکانا ہے تمہارا ہمیشہ رہو گے (تم) اس میں مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ آپ کا رب حکمت والا ہے

عَلَيْكُمْ ۖ وَكَذَلِكَ نُؤَيُّ بِبَعْضِ الظَّالِمِينَ بَعْضًا ۖ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

خوب جاننے والا ۝ اور اسی طرح مسلط کر دیتے ہیں ہم بعض ظالموں کو بعض پر بہ سبب اس کے جو تھے وہ کماتے ۝

يُعْشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ
 اے جماعت جنوں اور انسانوں کی! کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے وہ بیان کرتے تھے تم پر میری آیات
 وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمْ
 اور ڈراتے تھے تمہیں ملاقات سے تمہارے اس دن کی؟ تو وہ کہیں گے! گواہی دیتے ہیں ہم اپنے آپ پر اور دھوکے میں ڈالے رکھا نہیں
 الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿١٢٠﴾ ذَٰلِكَ أَن لَّمْ
 زندگانی دنیا نے اور گواہی دیں گے وہ اپنے آپ پر کہ بے شک وہ تھے کفر کرنے والے ﴿۱۲۰﴾ یہ (رسول بھیجنا) اس لیے کہ نہیں
 يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكُ الْفَرَىٰ بَظْلَمٍ ۖ وَ أَهْلَهَا غُفْلُونَ ﴿١٢١﴾ وَلِكُلِّ دَرَجَتٌ مِّمَّا
 ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو ظلم سے جبکہ ان کے باشندے غافل ہوں ﴿۱۲۱﴾ اور ہر ایک کے درجے ہیں بہ سبب اسکے جو
 عَمِلُوا ۖ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٢﴾ وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ إِنْ يَشَاءُ
 عمل کے انہوں نے اور نہیں آپ کا رب غافل اس سے جو وہ عمل کرتے ہیں ﴿۱۲۲﴾ اور آپ کا رب بے نیاز ہے رحمت والا اگر وہ چاہے
 يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفَ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاءُ ۖ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ
 تو لے جائے تمہیں اور جانشین بنا دے بعد تمہارے جنہیں وہ چاہے جس طرح کہ پیدا فرمایا اس نے تمہیں نسل سے
 قَوْمٍ آخَرِينَ ﴿١٢٣﴾ إِنَّ مَا تُوْعَدُونَ لَأَتِي ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿١٢٤﴾ قُلْ يَقَوْمِ
 دوسرے لوگوں کی ﴿۱۲۳﴾ بلاشبہ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو یقیناً وہ آنے والی ہے اور نہیں تم عاجز کرنے والے ﴿۱۲۴﴾ کہہ دیجئے اے میری قوم!
 اَعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۖ مَنْ تَكُونُ لَهُ
 عمل کرو تم اپنے مقام پر بیٹھ میں عمل کرنے والا ہوں (اپنی جگہ پر) پس عنقریب جان لو گے تم اس شخص کو کہ ہے اس کے لیے
 عَاقِبَةُ الدَّارِ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿١٢٥﴾
 (اچھا) انجام آخرت کا یقیناً نہیں فلاح پائیں گے ظالم ﴿۱۲۵﴾

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا﴾ اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو یعنی تمام جن و انس کو ان میں سے جو گمراہ
 ہوئے اور جنہوں نے دوسروں کو گمراہ کیا۔ اللہ تعالیٰ جنوں کو جنہوں نے انسانوں کو گمراہ کیا برائی کو ان کے سامنے
 مزین کیا اور ارتکاب معاصی میں ان کی مدد کی جز و توبیح کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿يُعْشَرُ الْجِنَّ قَدْ اسْتَكْبَرْتُمْ
 مِّنَ الْإِنْسِ﴾ ”اے گمراہ جنات تم نے انسانوں سے بہت (فائدے) حاصل کیے۔“ یعنی اے جنوں کی جماعت!
 تم نے انسانوں کو خوب گمراہ کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا۔ تم نے کیسے میرے محارم کی خلاف ورزی کی
 اور میرے رسولوں کے ساتھ عناد رکھنے کی جرأت کی اور تم اللہ تعالیٰ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے کھڑے ہوئے
 اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کے راستے سے روکنے اور جہنم کے راستے پر دھکیلنے کی کوشش کی؟ آج تم میری لعنت کے

حق دار ہو اور تم پر میری ناراضی واجب ہو گئی۔ آج ہم تمہیں تمہارے کفر اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے مطابق زیادہ عذاب دیں گے۔ آج تمہارے پاس کوئی عذر نہیں جو پیش کر سکو، کوئی ٹھکانا نہیں جہاں تم پناہ لے سکو، کوئی سفارشی نہیں جو تمہاری سفارش کر سکے اور نہ تمہاری پکار ہی سنی جائے گی۔

اس وقت مت پوچھئے کہ ان پر سزا کے کون سے پہاڑ ٹوٹیں گے اور انہیں کون سی رسوائی اور وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی عذر کا ذکر نہیں فرمایا۔ رہے ان کے دوست انسان تو وہ عذر پیش کریں گے جسے قبول نہیں کیا جائے گا ﴿رَبَّنَا اسْتَنْصِعْ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ﴾ اے رب ہمارے! فائدہ اٹھایا، ہم میں سے ایک نے دوسرے سے، یعنی تمام جنوں اور انسانوں نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھایا جنوں نے انسانوں سے اپنی اطاعت، اپنی عبادت اور اپنی تعظیم کروا کے اور ان کی پناہ کی طلب سے فائدہ اٹھایا۔ اور انسان جنوں کی خدمت کے مطابق اپنی اغراض اور شہوات کے حصول میں ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انسان جنوں کی عبادت کرتے ہیں، جن ان کی خدمت کرتے ہیں اور ان کی دنیاوی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم سے بہت ہی گناہ سرزد ہوئے اور اب ان کا لوٹنا ناممکن نہیں ﴿وَبَلَّغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتَنَا﴾ اور ہم پہنچے اپنے اس وعدے کو جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا، یعنی اب ہم اس مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اب تو جو چاہے ہمارے ساتھ سلوک کر اور جو تیرا ارادہ ہے ہمارے بارے میں، وہی فیصلہ کر۔ ہماری حجت تو منقطع ہو گئی، ہمارے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ معاملہ وہی ہوگا جو تیرا حکم ہے۔ فیصلہ وہی ہے جو تیرا فیصلہ ہے۔ ان کے اس کلام میں ایک قسم کی گریہ زاری اور رقت ہے مگر یہ سب کچھ بے وقت اور بے موقع ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں عدل پر مبنی فیصلہ جو ظلم و جور سے پاک ہے کرتے ہوئے فرمایا ﴿النَّارُ مَثْوٰیكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ”تمہارا ٹھکانا جہنم ہے تم ہمیشہ اس کی آگ میں (جلتے) رہو۔“ چونکہ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور علم کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لیے فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾ ”بے شک تمہارا رب دانا، خبردار ہے۔“ جیسے اس کا علم تمام اشیا کا احاطہ کئے ہوئے ہے، ویسے ہی اس کی بے انتہا حکمت تمام اشیا پر عام اور تمام اشیا کو شامل ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ نُوْثِيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ اور اسی طرح ہم سر پرست بنا دیتے ہیں گناہ گاروں کو ایک دوسرے کا، ان کے اعمال کے سبب، یعنی جیسے ہم سرکش جنوں کو مسلط کر دیتے ہیں کہ وہ انسانوں میں سے اپنے دوستوں کو گمراہ کریں اور ہم ان کے کسب و کوشش کے سبب سے ان کے درمیان موالات اور موافقت پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ ہماری سنت ہے کہ ہم کسی ظالم کو اسی جیسے کسی ظالم پر مسلط کر دیتے ہیں جو اسے شر پر آمادہ کرتا ہے اور اس کو شر کی ترغیب دیتا ہے، خیر میں بے رغبتی پیدا کر کے اسے اس سے متنفر کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی سزا ہے جو بہت خطرناک ہے اور اس کا اثر بہت برا ہے۔ گناہ کرنے والا ظالم ہی ہے

کون سا خسارہ سب سے مکرم ہستی کی ہمسائیگی سے محرومی کے خسارے سے بڑا خسارہ ہو سکتا ہے؟ البتہ یہ لوگ اگرچہ خسارے میں مشترک ہوں گے۔ مگر خسارے کی مقدار میں وہ ایک دوسرے سے بہت متفاوت ہوں گے۔ ﴿وَلِكُلٍّ﴾ اور ہر ایک کے لیے۔ ”یعنی ان میں سے ہر ایک کے لیے ﴿دَرَجَتٌ مِّمَّا عَمِلُوا﴾” بلحاظ اعمال درجے (مقرر) ہیں۔ ”یعنی ان کے اعمال کے مطابق ان کے درجات ہیں جس نے تھوڑی سی برائی کا ارتکاب کیا ہے وہ اس شخص کی مانند نہیں ہو سکتا جس نے بہت برائیاں کمائی ہیں۔ تابع متبوع کے برابر ہو سکتا ہے نہ رعایا حکمران کے برابر ہو سکتی ہے۔ جیسے اہل ثواب اور اہل جنت منافع، فوز و فلاح اور جنت میں داخل ہونے میں مشترک ہیں مگر ان کے درجات میں اس قدر تفاوت ہو گا کہ اللہ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے باوجود وہ سب اس پر راضی ہوں گے جو ان کا آقا ان کو عطا کرے گا اور اس پر قناعت کریں گے۔

پس ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی جنت الفردوس کے بلند درجات عطا کرے جو اس نے اپنے مقرب پسنے ہوئے اور محبوب بندوں کے لیے تیار کر رکھی ہے ﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾ اور آپ کا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے، وہ ہر ایک کو اس کے قصد اور عمل کے مطابق جزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نیک کام کرنے کا حکم دیا ہے اور ان پر رحم کرتے ہوئے اور ان کی بھلائی کی خاطر ان کو برے اعمال سے منع کیا ہے۔ ورنہ وہ بذاتہ تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے۔ اطاعت کرنے والوں کی اطاعت اسے کوئی فائدہ دیتی ہے نہ نافرمانی کرنے والوں کی نافرمانی اس کا کچھ بگاڑ سکتی ہے۔ ﴿اِنْ يَشَاءْ يُدْهِبْكُمْ﴾ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے، ”یعنی تمہیں ہلاک کر کے ختم کر دے ﴿وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا اَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ اٰخَرِينَ﴾ اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہارا جانشین بنادے جیسے تمہیں پیدا کیا اوروں کی اولاد سے“ جب تمہیں اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ دوسرے لوگوں کی طرح تمہارا اس دنیا سے منتقل ہونا لا بدی ہے تم بھی اپنے بعد آنے والوں کے لیے اس دنیا کو خالی کر کے یہاں سے کوچ کر جاؤ گے جیسے تم سے پہلے لوگ یہاں سے کوچ کر گئے اور انہوں نے اس دنیا کو تمہارے لیے خالی کر دیا۔ پھر تم نے اس دنیا کو کیوں ٹھکانا اور وطن بنا لیا اور تم نے کیوں فراموش کر دیا کہ یہ دنیا ٹھکانا اور جائے قرار نہیں بلکہ گزرگاہ ہے اور اصل منزل تمہارے سامنے ہے۔ یہی وہ گھر ہے جہاں ہر نعمت جمع کر دی گئی ہے اور جو ہر آفت اور نقص سے محفوظ ہے۔ یہی وہ منزل ہے جس کی طرف اولین و آخرین لپکتے ہیں اور جس کی طرف سابقین و لاحقین کوچ کرتے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں دائمی اور لازمی قیام ہے۔ یہ وہ منزل ہے جس کے آگے کوئی منزل نہیں، یہ وہ مطلوب و مقصود ہے جس کے سامنے ہر مطلوب پہنچ ہے اور یہ وہ مرغوب نعمت ہے جس کے مقابلے میں ہر مرغوب مضحک ہے۔

اللہ کی قسم! وہاں وہ نعمتیں عنایت ہوں گی جن کو نفس چاہیں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی اور رغبت

کرنے والے رغبت کریں گے۔ جیسے روحوں کی لذت، بے پایاں فرحت، قلب و بدن کی نعمت اور اللہ علام الغیوب کا قرب۔ پس کتنی اعلیٰ فکر ہے جو ان مقامات پر مرتکز ہے اور کتنا بلند ارادہ ہے جو ان اعلیٰ درجات کی طرف مائل پرواز ہے اور وہ کتنا بد نصیب ہے جو اس سے کم تر پر راضی ہے اور وہ کتنا کم ہمت ہے جو گھانٹے کا سودا پسند کرتا ہے۔ غفلت کا شکار و گرداں شخص اس منزل پر جلدی سے پہنچنے کو بعید نہ سمجھے۔ ﴿إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾ ”تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ آنے والی ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے“، یعنی تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اس کے عذاب سے کہیں بھاگ کر نہیں جاسکتے کیونکہ تمہاری پیشانیاں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور تم اس کی تدبیر اور تصرف کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہو۔

﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیجیے“ اے رسول (ﷺ) جبکہ آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے دی اور ان کے انجام اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں ان کو آگاہ کر دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننے سے باز رہے، بلکہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگے رہے اور اپنے شرک پر قائم رہے، تو آپ ان سے کہہ دیجئے ﴿يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَاتِبِكُمْ﴾ ”اے میری قوم! تم کام کرتے رہو، اپنی جگہ پر“، یعنی جس حال میں تم ہو اور جس حال کو تم نے اپنے لیے پسند کر لیا ہے اسی پر قائم رہو ﴿إِنِّي عَامِلٌ﴾ ”میں (اپنی جگہ) عمل کیے جاتا ہوں۔“ میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل اور اس کی مرضی کی اتباع کرتا ہوں ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ﴾ ”عنقریب تم جان لو گے کہ کس کو ملتا ہے عاقبت کا گھر“، یعنی آخرت کا گھر تمہارے لیے ہے یا میرے لیے۔ اور یہ انصاف کا عظیم مقام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعمال اور ان پر عمل کرنے والوں کے بارے میں بیان فرما دیا اور نہایت بصیرت کے ساتھ ان اعمال کی جزا بھی ساتھ بیان فرمادی جہاں تصریح سے گریز کرتے ہوئے تلویح سے کام لیا ہے۔ اور یہ حقیقت معلوم ہے کہ دنیا و آخرت میں اچھا انجام صرف اہل تقویٰ کے لیے ہے۔ آخرت کا گھر اہل ایمان کے لیے ہے اور انبیاء و رسل کی لائی ہوئی شریعت سے روگردانی کرنے والوں کا انجام انتہائی برا ہے۔ اس لیے فرمایا ﴿إِنَّهُ لَا يَفْلَحُ الظَّالِمُونَ﴾ ”یقیناً ظالم فلاح یاب نہیں ہوں گے“ ظالم خواہ اس دنیا سے کتنا ہی فائدہ اٹھالے، اس کی انتہا اضمحلال اور اطلاق ہے۔ حدیث میں ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَيَمْلِكُ لِلظَّالِمِ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يَفْلِتْهُ﴾ ”اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو اسے چھوڑتا نہیں“

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ

اور ٹھہرایا انہوں نے اللہ کیلئے اس میں سے جو پیدا کی اس نے بھتی اور چوپائے ایک حصہ، پس کہا یہ اللہ کیلئے ہے انکے خیال کے مطابق

وَهَذَا لَشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ

اور یہ (حصہ) ہے ہمارے دیوتاؤں کیلئے تو جو (حصہ) ہے انکے دیوتاؤں کا، پس وہ نہیں پہنچتا اللہ کی طرف اور جو حصہ ہے اللہ کا

فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۱۳۰ وَكَذٰلِكَ زَيْنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
تو وہ پہنچ جاتا ہے طرف انکے دیوتاؤں کی برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ۝ اور اسی طرح مزین کر دیا بہت سے شرکوں کے لیے
قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاءُ هُمْ لِيُرِدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنََهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا
قتل کرنا اپنی اولاد کا ان کے دیوتاؤں نے تاکہ وہ ہلاک کر دیں انہیں اور تاکہ غلط ملط کر دیں ان پر ان کا دین اور اگر چاہتا اللہ تو نہ
فَعَلُوْهُ فَذَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۳۱ وَقَالُوْا هٰذِهِ اَنْعَامٌ وَّحَرَّتْ حَجْرٌ لَّا
کرتے وہ یہ پس چھوڑ دیجئے انہیں اور جو وہ افتراء باندھتے ہیں ۝ اور کہا انہوں نے یہ چوپائے اور کھیتی ممنوع ہے نہیں
يَطْعَمُهَا اِلَّا مَن نَّشَاءُ بَزْعِیْهِمْ وَاَنْعَامٌ حَرَمَتْ ظُهُورُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا
کھا سکتا ہے گروہی جسے ہم چاہیں (یہ کہا نہیں نے) اپنے خیل کے مطابق اور بعض چوپائے ہیں کہ حرام کر دی گئیں انکی پٹھیں اور بعض چوپائے ہیں کہ نہیں
يَذْكُرُوْنَ اِسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءٌ عَلَيْهِمْ سِيَجْزٰیْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۳۲
ذکر کرتے وہ اللہ کا نام ان پر افتراء باندھتے ہوئے اس (اللہ) پر عنقریب وہ سزا دے گا انہیں بوجہ اس کے جو تھے وہ افتراء باندھتے
وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذٰكُوْرِنَا وَمَحْرَمٌ عَلٰی اَزْوَاجِنَا
اور کہا انہوں نے جو (بچہ) ہے بیٹوں میں ان چوپایوں کے وہ خالص ہے صرف ہمارے مردوں کیلئے اور حرام ہے ہماری بیویوں پر
وَاِنْ یَّکُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَاءُ سَیَجْزٰیْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حٰکِیْمٌ
اور اگر ہو وہ مردہ تو وہ سب (مرد و عورت) اس میں شریک ہیں عنقریب وہ سزا دے گا انہیں انکے (اس) بیان کی یقیناً وہ حکمت والا
عَلِیْمٌ ۝۱۳۳ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا
جاننے والا ہے ۝ تحقیق خسارے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو بیوقوفی سے بغیر علم کے اور حرام ٹھہرایا انہوں نے
مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاءً عَلٰی اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۝۱۳۴
جو رزق دیا انہیں اللہ نے افتراء باندھتے ہوئے اللہ پر تحقیق گمراہ ہو گئے وہ اور نہ ہوئے وہ ہدایت یافتہ ۝

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے مشرکین کی بیوقوفی، کم عقلی اور انتہا کو پہنچی ہوئی جہالت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے۔ چنانچہ ان کی متعدد خرافات کا ذکر کیا ہے تاکہ وہ ان کی گمراہی پر متنبہ کر کے اہل ایمان کو ان سے بچائے اور ان بیوقوفوں کا اس حق کی مخالفت کرنا جسے انبیاء و رسل لے کر مبعوث ہوئے ہیں حق میں نقص کا باعث نہیں۔ کیونکہ وہ حق کا مقابلہ کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا﴾ اور (یہ لوگ) اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں یعنی کھیتی اور چوپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو موسیٰ اور کھیتی پیدا کی ہے وہ اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حصہ بھی مقرر کرتے ہیں اور ایک حصہ اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے لیے مقرر کرتے

ہیں۔ درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو پیدا کر کے بندوں کے لیے رزق فراہم کیا ہے۔ انہوں نے دو محظور امور بلکہ تین کو یکجا کر دیا جن سے بچنے کے لیے ان کو کہا گیا تھا۔

(۱) اللہ تعالیٰ پر ان کا احسان دھرنا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حصہ مقرر کیا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر نوازش ہے۔

(ب) اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو موسیٰوں اور کھیتوں کی پیداوار میں شریک کرنا حالانکہ وہ ان میں سے کسی چیز کو بھی وجود میں نہیں لائے۔

(ج) اور ظلم و جور پر مبنی ان کا یہ فیصلہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حصے کی کوئی پروا نہیں کرتے، اگرچہ یہ حصہ اپنے شریکوں کے حصے کے ساتھ ملا دیں اور اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے حصے کو درخور اعتناء سمجھتے ہوئے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کے حصے کے ساتھ نہیں ملاتے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب مشرکین کو کھیتوں اور پھلوں کی پیداوار اور موسیٰی حاصل ہوتے، جن کو اللہ تعالیٰ ان کے لیے وجود میں لایا، تو اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے

(۱) ایک حصے کے بارے میں بزعم خود کہتے ”یہ اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے“۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اسی چیز کو قبول فرماتا ہے جو خالص اسی کی رضا کے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے کے عمل کو قبول نہیں فرماتا۔

(۲) دوسرا حصہ اپنے ٹھہرائے ہوئے معبودوں اور بتوں کی نذر کرتے تھے، اگر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حصے میں سے نکل کر اس حصے میں خلط ملط ہو جاتی جو غیر اللہ کے لیے مقرر کیا تھا تو اس کی پروا نہیں کرتے تھے۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ کے حصہ کی طرف نہیں لوٹاتے تھے اور کہتے تھے ”اللہ اس سے بے نیاز ہے“ اور اگر کوئی چیز جو انہوں نے اپنے معبودوں اور بتوں کے لیے مقرر کی تھی اس حصے کے ساتھ خلط ملط ہو جاتی جو اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیا تھا، تو اسے بتوں کے لیے مقرر حصے کی طرف لوٹا دیتے اور کہتے ”یہ بت تو محتاج ہیں اس لیے ان کے حصے کو ان کی طرف لوٹانا ضروری ہے“۔۔۔ کیا اس سے بڑھ کر ظلم پر مبنی بدترین فیصلہ کوئی اور ہو سکتا ہے؟ کیونکہ انہوں نے جو حصہ مخلوق کے لیے مقرر کیا ہے اس کی اللہ تعالیٰ کے حق سے زیادہ خیر خواہی اور حفاظت کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اس معنی کا احتمال بھی ہو سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”میں تمام شریکوں سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہوں۔ جو کوئی میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں... الحدیث“ آیت

کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ مشرکین نے اپنے معبودوں اور بتوں کے تقرب کے حصول کے لیے جو حصے مقرر کر رکھے ہیں وہ خالص غیر اللہ کے لیے ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں اور ان کے زعم باطل کے مطابق انہوں نے جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیا ہے وہ ان کے شرک کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے حضور نہیں پہنچتا بلکہ یہ بھی ان کے معبودوں اور بتوں کا حصہ ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے۔ وہ مخلوق میں سے اس شخص کا عمل کبھی قبول نہیں کرتا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے۔

مشرکین کی حماقت اور گمراہی یہ ہے کہ اکثر مشرکین کے سامنے ان کے خداؤں یعنی ان کے سرداروں اور شیاطین نے ان کے اعمال، یعنی قتل اولاد کو مزین کر دیا ہے۔ یہاں قتل اولاد سے مراد ان لوگوں کا اپنے بچوں کو قتل کرنا ہے جو بھوک اور فقر کے ڈر سے اپنے بچوں کو اور عار کے ڈر سے اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ یہ سب شیاطین کی فریب کاری ہے جو انہیں ہلاکت کی وادیوں میں دھکیلنا چاہتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کا دین ان پر مشتبہ ہو جائے اس لیے وہ انتہائی برے کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کے یہ شرکاء ان کے ان اعمال کو آراستہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ یہ ان کے ہاں نیکی کے اعمال اور اچھے خصائل بن جاتے ہیں۔

اگر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو ان اعمال سے روکنا اور ان کے اور ان افعال قبیحہ کے درمیان حائل ہونا چاہتا اور اگر وہ چاہتا کہ ماں باپ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں تو وہ کبھی قتل نہ کرتے۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ ان کو مہلت دینے کے لیے ان کے اور ان کے اعمال کے درمیان سے ہٹ جائے اور ان کے اعمال کی پروا نہ کرے۔ اس لیے فرمایا: ﴿فَذَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾ ”تو ان کو چھوڑ دو کہ وہ جانیں اور ان کا جھوٹ۔“ یعنی ان کو ان کے جھوٹ اور افتراء کے ساتھ چھوڑ دیں اور ان کے بارے میں غم زدہ نہ ہوں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان کی حماقت و سفاہت کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ انہوں نے ان مویشیوں اور چوپایوں کے سلسلے میں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عام طور پر حلال ٹھہرایا اور ان کے لئے ان کو رزق اور رحمت کا ذریعہ بنایا جن کو فائدہ اٹھاتے ہیں اپنی طرف سے بدعات اور بدعی اقوال گھڑ لیے ہیں۔ بعض مویشیوں اور کھیتوں کے بارے میں انہوں نے اصطلاح وضع کر رکھی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: ﴿هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ﴾ ”یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہے“ یعنی یہ حرام ہیں ﴿لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَّشَاءُ﴾ ”اسے اس شخص کے سوا جسے ہم چاہیں کوئی نہ کھائے۔“ یعنی اس کا کھانا کسی کے لیے جائز نہیں اور اس کو صرف وہی کھا سکتا ہے جسے ہم چاہیں یا ہم بیان کریں کہ فلاں قسم کا شخص کھا سکتا ہے۔ یہ سب کچھ ان کا زعم باطل ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ سوائے اس کے کہ یہ ان کی خواہشات نفس اور باطل آراء ہیں۔ مویشی ان پر کسی لحاظ سے حرام نہیں تھے بلکہ انہوں نے ان کی پیٹھ کو حرام ٹھہرایا یعنی ان پر سواری کرنے اور بوجھ لادنے کو۔ اور ایسے جانور کو انہوں نے (حام) سے موسوم کر رکھا تھا۔ ”حام“ ”حَمَىٰ“

یحمی سے ہے بمعنی ”حفاظت کرنا۔“ پیٹھ کی سواری اور بوجھ سے حفاظت کرنے کی وجہ سے یہ نام پڑا۔ کچھ جانور وہ تھے جن پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ ان بتوں کا نام لیتے تھے جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے اور وہ تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ جھوٹے اور فاسق و فاجر تھے ﴿سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ ”عنقریب وہ سزا دے گا ان کو اس جھوٹ کی“ یعنی شرک کو حلال ٹھہرانے اور کھانے پینے اور دیگر منفعت کی اشیا کو حرام ٹھہرانے میں وہ اللہ تعالیٰ پر جو جھوٹ گھڑتے تھے۔

ان کی کم عقلی پر مبنی آراء میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ بعض مویشیوں کو معین کر دیتے اور کہتے کہ ان کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ مردوں کے لیے حلال اور عورتوں کے لیے حرام ہے۔ چنانچہ وہ کہتے تھے: ﴿مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا﴾ ”جو کچھ ان مویشیوں کے پیٹوں میں ہے اس کو صرف ہمارے مرد ہی کھائیں گے“ یعنی ان کے لیے حلال ہے اس کے کھانے میں عورتیں شریک نہیں ہوں گی ﴿وَمَحْرَمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا﴾ ”اور ہماری عورتوں کو (اس کا کھانا) حرام ہے۔“ یعنی یہ ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے کہ وہ زندہ پیدا ہو۔ اگر مویشی کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ مردہ پیدا ہوا تو اس میں سب شریک ہوں گے یعنی وہ مردوں اور عورتوں سب کے لیے حلال ہے ﴿سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ﴾ ”وہ عنقریب سزا دے گا ان کو ان کی غلط بیانیوں کی“ اس لیے کہ انہوں نے اس چیز کو حرام ٹھہرایا جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا تھا اور حرام کو حلال سے موصوف کیا پس اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شریعت کی مخالفت کی اور پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر ڈالا ﴿إِنَّهُ حَكِيمٌ﴾ ”بے شک وہ حکمت والا ہے۔“ کیونکہ اس نے ان کو مہلت دی اور اس گمراہی کا ان کو اختیار دیا جس میں یہ سرگرداں ہیں ﴿عَلِيمٌ﴾ ”جاننے والا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے وہ ان کی باتوں اور افترا پر دازیوں کا بھی خوب علم رکھتا ہے۔ بایں ہمہ وہ ان کو معاف کرتا اور ان کو رزق سے نوازتا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے خسران اور ان کی کم عقلی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ”بے شک خسارے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے بغیر علم کے اپنی اولاد کو قتل کیا“ یعنی وہ اپنے دین اولاد اور عقل کے بارے میں خسارے میں رہے۔ پختہ رائے اور عقل کے بعد ہلاکت انگیز حماقت اور ضلالت ان کا وصف ٹھہری ﴿وَحَرَمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ﴾ ”اور حرام ٹھہرایا اس رزق کو جو اللہ نے ان کو دیا“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو ان کے لیے رحمت بنایا اور اسے ان کے لیے رزق قرار دیا تھا۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو ٹھکرا دیا، پھر انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس نعمت کو حرام سے موصوف کیا۔ حالانکہ یہ نعمت ان کے لیے سب سے زیادہ حلال تھی۔ اور یہ سب کچھ ﴿افْتَرَاءً عَلَى اللَّهِ﴾ ”جھوٹ باندھ کر اللہ

پر، یعنی یہ سب کچھ جھوٹ ہے اور ہر عناد پسند کا فرجھوٹ گھڑتا ہے ﴿قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ﴾ ”وہ بے شبہ گمراہ ہیں اور ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔“ یعنی وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے اور وہ اپنے تمام امور میں سے کسی چیز میں بھی راہ راست پر نہیں ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ
اور وہی (اللہ) ہے جس نے پیدا فرمائے باغات چھتریوں پر چڑھائے ہوئے اور بغیر چڑھائے ہوئے (پیدا فرمائی) کھجور اور کھیتی
مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرَّمَانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلًّا مِنْ ثَمَرَةٍ
مختلف ہیں (مڑے میں) ان کے پھل، اور زیتون اور انار ملتے جلتے بھی اور نہ ملتے جلتے بھی، تم کھاؤ اس کا پھل
إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٣﴾
جب وہ پھل لائے اور دو اس کا حق، دن اس کی کٹائی کے اور نہ اسراف کرو تم، بلاشبہ اللہ نہیں پسند کرتا فضول خرچوں کو

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کھیتوں اور مویشیوں میں مشرکین کے تصرف کا ذکر فرمایا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال ٹھہرایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نعمت کا تذکرہ فرمایا اور کھیتوں اور مویشیوں کے بارے میں ان کے لازمی وظیفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ﴾ ”وہی ہے جس نے باغ پیدا کئے جس میں مختلف انواع کے درخت اور نباتات ہیں۔ ﴿مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ﴾ ”جو ٹٹیوں (چھتریوں) پر چڑھائے جاتے ہیں اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے، یعنی ان میں سے بعض باغات کے لیے چھتریاں بنائی جاتی ہیں اور ان کو ان چھتریوں پر چڑھایا جاتا ہے اور یہ چھتریاں انہیں اوپر اٹھنے میں مدد دیتی ہیں اور بعض درختوں کے لیے چھتریاں نہیں بنائی جاتیں بلکہ وہ اپنے تنے پر کھڑے ہوتے ہیں یا زمین پر بچھ جاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں ان کے کثرت منفعت اور ان کے فوائد کی طرف اشارہ ہے، نیز اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سکھایا کہ پودوں کو کیسے چھتریوں پر چڑھانا اور کیسے ان کی پرورش کرنا ہے۔

﴿وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ﴾ ”(اور پیدا کئے) کھجور کے درخت اور کھیتی کہ مختلف ہیں ان کے پھل“
یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک ہی جگہ پر کھجور اور کھیتیاں پیدا کیں جو ایک ہی پانی سے سیراب ہوتی ہیں مگر کھانے اور ذائقے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کھجور اور کھیتوں کا ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ مختلف انواع و اقسام کی بنا پر بہت سے فوائد کی حامل ہیں نیز یہ اکثر مخلوق کے لیے خوراک کا کام دیتی ہیں۔

﴿وَالزَّيْتُونَ وَالرَّمَانَ مُتَشَابِهًا﴾ ”اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے زیتون اور انار کو پیدا کیا جس کے درخت ایک دوسرے سے مشابہ ہیں ﴿وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ﴾ ”اور جدا جدا بھی“ جو

اپنے پھل اور ذائقے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ گویا کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان باغات کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا اور کس پر یہ نوازش کی؟ اس کے جواب میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی منفعت کے لیے یہ باغات پیدا کئے۔ اس لیے فرمایا: ﴿كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ﴾ ”ان کے پھل کھاؤ۔“ یعنی کھجور اور کھیتوں کا پھل کھاؤ ﴿اِذَا اَثْبَرَ﴾ ”جب وہ پھل لائیں“ ﴿وَاْتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ ”اور جس دن (پھل توڑو) اور کھیتی کا ٹوٹو اللہ کا حق اس میں سے ادا کرو۔“ یعنی فصل کی برداشت کے روز کھیتی کا حق ادا کرو۔ اس سے کھیتی کی زکوٰۃ (یعنی عشر) مراد ہے جس کا نصاب شریعت میں مقرر ہے۔

ان کو حکم دیا کہ زکوٰۃ فصل کی برداشت کے وقت ادا کریں کیونکہ برداشت کا دن ایک سال گزرنے کے قائم مقام ہے۔ نیز یہ وہ وقت ہے جب فقراء کے دلوں میں زکوٰۃ کے حصول کی امید بندھ جاتی ہے اور اس وقت کاشت کاروں کے لیے اپنی زرعی جنس میں سے زکوٰۃ نکالنا آسان ہوتا ہے۔ اور جو زکوٰۃ نکالتا ہے اس کے لیے یہ معاملہ ظاہر ہو جاتا ہے اور زکوٰۃ نکالنے والے اور زکوٰۃ نہ نکالنے والے کے درمیان امتیاز واقع ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَلَا تُسْرِفُوا﴾ ”اور بے جا خرچ نہ کرو“ یہ ممانعت کھانے میں اسراف کے لیے عام ہے یعنی عادت اور حدود سے تجاوز کر کے کھانا۔ یہ اسراف اس بات کو بھی شامل ہے کہ کھیتی کا مالک اس طرح کھائے جس سے زکوٰۃ کو نقصان پہنچے اور کھیتی کا حق نکالنے میں اسراف یہ ہے کہ واجب سے بڑھ کر زکوٰۃ نکالے یا اپنے آپ کو یا اپنے خاندان یا اپنے قرض خواہوں کو نقصان پہنچائے۔ یہ تمام چیزیں اسراف کے زمرے میں آتی ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ سخت ناپسند ہے اور وہ اسراف پر سخت ناراض ہوتا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ پھلوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے اور ان میں زکوٰۃ کی ادائیگی ایک سال گزرنے کی شرط سے مشروط نہیں ہے۔ غلے کی زکوٰۃ فصل کٹنے اور کھجوروں کی زکوٰۃ پھل چنے جانے پر واجب ہو جاتی ہے۔ پھر زرعی اجناس زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد کئی سال تک بھی بندے کے پاس پڑی رہیں تو ان میں زکوٰۃ فرض نہیں بشرطیکہ وہ تجارت کی غرض سے نہ رکھی گئی ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف فصل کی برداشت کے وقت زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ نیز اگر فصل برداشت کرنے سے قبل صاحب زراعت کی کوتاہی کے بغیر باغ یا کھیتی پر کوئی آفت آجائے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا اور زکوٰۃ نکالنے سے پہلے اگر کھیتی یا کھجور کے پھل میں سے کچھ کھا لیا جائے تو اسے زکوٰۃ کے حساب میں شامل نہیں کیا جائے گا، بلکہ جو باقی بچے گا اسی کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ پھل کا اندازہ لگانے کا ماہر روانہ فرمایا کرتے تھے جو زکوٰۃ ادا کرنے والے لوگوں کی کھیتوں اور کھجوروں کے پھل کا اندازہ لگاتے تھے آپ ﷺ انہیں حکم دیتے کہ اندازہ لگانے کے بعد وہ ان کے اور دیگر لوگوں کے کھانے کے لیے ایک تہائی یا ایک چوتھائی چھوڑ دیا کریں۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا ۖ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ

اور (پیدا کیے) چوپایوں میں سے بوجھا اٹھانے والے اور زمین سے لگے ہوئے کھاؤ اُمیں سے جو یا تمہیں اللہ نے اور مت پیچھے لگو قدموں کے

الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٣٧﴾ ثَبٰنِيَّةٌ اَزْوَاجٌ مِّنَ الضَّانِ اثنَيْنِ وَمِنْ

شیطان کے یقیناً وہ تمہارا دشمن ہے ظاہر ○ (پیدا فرمائیں) آٹھ قسمیں؛ بھیڑ میں سے دو اور

الْمَعْزِ اثنَيْنِ ۚ قُلْ ءَالِ الذَّكَرَيْنِ حَرَمٌ اَمِ الْاُنثَيَيْنِ اَمَّا اُشْتِمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

بکری میں سے دو کہہ دیجئے! کیا دونوں نر اللہ نے حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ (بچہ) کہ مشتمل ہیں اس پر رحم

الْاُنثَيَيْنِ نَبِّئُوْنِي بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٣٨﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثنَيْنِ وَمِنْ

دونوں مادؤں کے؟ تم خبر دو مجھے ساتھ علم کے اگر ہو تم سچے ○ اور (پیدا فرمائے) اونٹ میں سے دو اور

الْبُقَرِ اثنَيْنِ ۚ قُلْ ءَالِ الذَّكَرَيْنِ حَرَمٌ اَمِ الْاُنثَيَيْنِ اَمَّا اُشْتِمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

گائے میں سے دو کہہ دیجئے! کیا دونوں نر حرام کئے اللہ نے یا دونوں مادہ یا وہ (بچہ) کہ مشتمل ہیں اس پر رحم

الْاُنثَيَيْنِ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصَّيْكُمْ اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰى

دونوں مادؤں کے؟ کیا تھے تم حاضر جب وصیت کی تھی تمہیں اللہ نے اس کی؟ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جس نے گھڑا

عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا لَّيْضَلَّ النَّاسُ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٣٩﴾

اور اللہ کے جھوٹ؛ تاکہ گمراہ کرے وہ لوگوں کو بغیر علم کے یقیناً اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو ○

﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا﴾ اور پیدا کئے مویشیوں میں سے بوجھا اٹھانے والے اور زمین سے لگے ہوئے

یعنی اللہ تعالیٰ نے چوپائے پیدا کئے جن میں سے بعض پر تم سواری کرتے ہو اور ان سے بار برداری کا کام لیتے ہو۔

اور ان میں سے بعض اپنی کم عمری کی وجہ سے سواری اور بار برداری کے قابل نہیں ہوتے مثلاً ان چوپایوں کے

بچے جو ابھی بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ پس یہ مویشی سواری اور بار برداری کے پہلو سے ان دو اقسام میں منقسم

ہوتے ہیں۔ رہا ان کو کھانے کا پہلو اور ان سے دیگر مختلف انواع کے فوائد حاصل کرنا، تو یہ تمام مویشی کھائے بھی

جاتے ہیں اور ان سے دیگر فوائد بھی حاصل کئے جاتے ہیں۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ ”کھاؤ اللہ کے رزق میں سے اور مت چلو شیطان کے قدموں پر“، یعنی شیطان کے

طریقوں اور اس کے اعمال کی پیروی نہ کرو۔ ان میں سے منجملہ یہ ہیں کہ تم ان چیزوں کو حرام ٹھہرا لیتے ہو جو اللہ

تعالیٰ نے تمہیں رزق کے طور پر عطا کی ہیں ﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ”وہ تمہارا کھلا دشمن ہے“، پس وہ تمہیں صرف

اسی بات کا حکم دے گا جس میں تمہارا نقصان اور تمہاری ابدی بدبختی اور بد نصیبی ہے۔

یہ چوپائے جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا ہے اور ان سب کو حلال اور طیب قرار دیا ان کی

تفصیل یوں بیان کی ہے ﴿ثَمَنِيَّةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الصَّانِ الثَّنِينَ﴾ ”پیدا کئے آٹھ نر اور مادہ، بھیڑ میں سے دو، یعنی نر اور مادہ ﴿وَمِنَ الْمَعَزِ الثَّنِينَ﴾ ”اور دو (۲) بکریوں میں سے۔“ یعنی اسی طرح بکریوں میں سے دو نر اور مادہ۔ یہ چار اصناف ان مویشیوں میں شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا۔ ان میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں۔ ان تکلف کرنے والوں سے کہہ دیجئے! جو ان میں سے کسی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں یا ان میں سے کچھ اصناف کو عورتوں پر حرام ٹھہراتے ہیں۔ جس کو انہوں نے مباح اور جس کو انہوں نے حرام ٹھہرایا، ان دونوں کے درمیان فرق کے عدم وجود کو ان پر لازم کرتے ہوئے ان سے کہئے ﴿اَلَا ذَٰلِكَ كَرِيْنٌ﴾ ”کیا دونوں (کے) نر کو۔“ یعنی بھیڑ اور بکری میں سے ان کے نر کو ﴿حَرَمَ﴾ ”(اللہ تعالیٰ نے) حرام ٹھہرایا؟“ پس تم اس بات کے قائل نہیں ہو ﴿اَمَّا اَلْثَنَيْنِ﴾ ”(یادوں) (کے) (مادہ کو۔“ یعنی مادہ بھیڑ اور بکری کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے؟ تم اس بات کے بھی قائل نہیں ہو۔ تم دونوں اصناف میں سے خالص نر کی تحریم کے قائل ہونہ خالص مادہ کی۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر مادہ کا رحم نر اور مادہ بچے پر مشتمل ہو یا نر اور مادہ کے بارے میں علم نہ ہو۔ پس فرمایا ﴿اَمَّا اَشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاَنْثَيْنِ﴾ ”یا جو بچہ دونوں مادوں کے پیٹوں میں ہو۔“ یعنی کیا تم نر اور مادہ کے فرق کے بغیر اسے حرام ٹھہراتے ہو جو بھیڑ یا بکری کے رحم میں ہے؟ تم اس قول کے بھی قائل نہیں ہو۔ جب تم ان تین اقوال میں کسی ایک قول کے بھی قائل نہیں جو ممکنہ تمام صورتوں پر محیط ہیں۔ تو پھر تم کون سے مذہب پر عامل ہو ﴿نَبْغُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ”اگر سچے ہو تو مجھے سند سے بتاؤ۔“ یعنی اگر تم اپنے قول اور دعوے میں سچے ہو تو مجھے علمی دلیل سے آگاہ کرو اور یہ بدیہی طور پر معلوم ہے کہ وہ کوئی ایسا قول نہیں لا سکتے جسے عقل تسلیم کر لے سوائے اس کے کہ مذکورہ تینوں باتوں میں سے کوئی ایک بات کہیں اور وہ ان میں سے کوئی بات نہیں کہتے۔ صرف یہ کہتے ہیں کہ بعض مویشی جن کے بارے میں انہوں نے اپنی طرف سے کچھ اصطلاحات گھڑ رکھی ہیں مردوں کی بجائے عورتوں پر حرام ہیں، یا وہ بعض اوقات واحوال میں حرام ہیں یا اس قسم کے دیگر اقوال جن کے بارے میں بلا شک و شبہ ہمیں معلوم ہے کہ ان کا مصدر جہل مرکب راہ راست سے منحرف عقل اور فاسد آراء و نظریات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور نہ ان کے پاس کوئی اور حجت و برہان ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی طرح اونٹ اور گائے کا ذکر فرمایا۔ جب ان کے قول کا بطلان اور فساد واضح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک ایسی بات کہی جس سے ٹکنا ان کے بس میں نہ تھا۔ سوائے شریعت کی اتباع کے ﴿اَمَّا كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصَّيْنٰمُ اللّٰهُ بِهٰذَا﴾ ”کیا تم حاضر تھے جس وقت تم کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا“ یعنی تمہارے پاس اپنے دعویٰ کے سوا باقی کچھ بھی نہیں جس کی صداقت اور صحت کو پرکھنے کے لیے تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ اور وہ ہے تمہارا یہ کہنا کہ ”اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی وصیت کی ہے اور اس نے ہماری طرف وحی کی ہے جس

طرح اس نے اپنے انبیاء و مرسلین کی طرف وحی کی، بلکہ اس نے ہماری طرف ایسی وحی بھیجی جو اس چیز کے مخالف ہے جس کی طرف انبیاء و رسل نے دعوت دی اور جس کے ساتھ کتابیں نازل ہوئیں، اور یہ ایک ایسا بہتان ہے جس سے کوئی شخص ناواقف نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ”پس اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا، تاکہ بغیر تحقیق کے لوگوں کو گمراہ کرے، یعنی اس کے جھوٹ اور اللہ تعالیٰ پر اس کے بہتان و افتراء باندھنے کے ساتھ وہ اس سے اللہ کے بندوں کو بغیر کسی دلیل و برہان اور بغیر کسی عقل و نقل کے اللہ کے راستے سے گمراہ کرتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ ”اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا، جن کا ظلم و جور اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنے کے سوا اور کوئی ارادہ نہیں۔

قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً
کبد بچے انہیں پاتا میں اس میں جو وحی کی گئی ہے میری طرف کوئی چیز حرام کسی کھانے والے پر جو کھائے اسے، مگر یہ کہ ہو وہ مردار
أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خَنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ
یا خون بہایا ہو یا گوشت سور کا پس یقیناً وہ ناپاک ہے یا وہ فسق ہے کہ نام پکارا گیا ہے اللہ کے سوا کسی اور کا اس پر پھر جو شخص
اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا
لاچار ہو جائے (بشرطیکہ) نہ ہو وہ سرکش اور نہ حد سے گزرنے والا تو آپکارب ہے بہت بخشش والا رحم کرنے والا اور اوپر لگے جو یہودی ہوئے
حَرَمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ شَحُومَهُمَا
حرام کیا تھا ہم نے ہر ناخن والا (جانور) اور گائے اور بکری میں سے حرام کیں ہم نے ان پر چربی ان دونوں کی
إِلَّا مَا حَصَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ
مگر جس کو اٹھایا ہوا ہو ان کی پیٹھوں یا آنتوں نے، یا جو ملی ہو ساتھ ہڈی کے یہ سزا دی ہم نے انہیں
بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَدِيقُونَ ﴿۱۴۶﴾

بوجہ ان کی سرکشی کے اور یقیناً ہم البتہ سچے ہیں ○

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس امر پر مشرکین کی مذمت کی کہ انہوں نے حلال کو حرام ٹھہرایا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا اور ان کے اس قول کا ابطال کیا تو اس نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے سامنے واضح کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا چیز ان پر حرام ٹھہرائی ہے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ حلال ہے اور جو کوئی اس کی تحریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے وہ جھوٹا اور باطل پرست ہے، کیونکہ تحریم صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول کے توسط سے ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ

سے فرمایا: ﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ﴾ ”آپ کہہ دیجئے کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھائے“ یعنی اس کو کھانے کے علاوہ اس سے دیگر فوائد حاصل کرنے یا نہ کرنے سے قطع نظر میں کوئی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا حرام ہو۔ ﴿إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً﴾ ”مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو“ مردار وہ جانور ہے جو شرعی طریقے سے ذبح کئے بغیر مر گیا ہو۔ یہ مراد جانور حلال نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ﴾ (المائدہ: ۳۱۵) ”حرام کر دیا گیا تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت“۔

﴿أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا﴾ ”یا بہتا ہوا خون“ یہ وہ خون ہے جو ذبیحہ کو ذبح کرتے وقت اس میں سے خارج ہوتا ہے کیونکہ اس خون کا ذبیحہ کے بدن میں رہنا ضرر رساں ہے۔ جب یہ خون بدن سے نکل جاتا ہے تو گوشت کا ضرر زائل ہو جاتا ہے۔ لفظ کے مفہوم مخالف سے مستفاد ہوتا ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد جو خون گوشت اور رگوں میں بچ جاتا ہے وہ حلال اور پاک ہے۔ ﴿أَوْ لَحْمِ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ﴾ ”یا سور کا گوشت کہ وہ ناپاک ہے“ یعنی مذکورہ تینوں اشیاء گندی ہیں یعنی ناپاک اور مضر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم پر لطف و کرم کرتے ہوئے اور تمہیں خباثت کے قریب جانے سے بچانے کے لیے ان گندی اشیاء کو حرام قرار دے دیا ہے۔ ﴿أَوْ فَسْقًا آهْلٍ لِّغَيْرِ اللَّهِ﴾ ”یا ذبیحہ کو اللہ کے سوا بتوں اور ان معبودوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو جن کی مشرکین عبادت کرتے ہیں۔ یہ فسق ہے اور فسق سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل کر اس کی معصیت میں داخل ہو جانا۔ ﴿فَمِنْ اضْطَرَّ﴾ ”پس اگر کوئی مجبور ہو جائے۔“ یعنی بایں ہمہ اگر کوئی ان حرام اشیاء کو استعمال کرنے پر مجبور ہے حاجت اور ضرورت نے اسے ان اشیاء کو کھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں اور بھوک کے باعث اس کو اپنی جان کا خوف ہے ﴿غَيْرَ بَاغٍ﴾ ”نافرمانی کرنے والا نہ ہو۔“ یعنی بغیر کسی اضطراری حالت کے اس کو کھانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو ﴿وَلَا عَادٍ﴾ ”اور نہ زیادتی کرنے والا نہ ہو“ (عادی) سے مراد ہے ”ضرورت سے زائد کھا کر حد سے تجاوز کرنے والا“ ﴿فَإِنْ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ”تو بلاشبہ تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔“ یعنی جو شخص اس حالت کو پہنچ جائے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ نرمی کی ہے۔

اہل علم نے اس آیت کریمہ میں مذکورہ محرمات پر حصر کے بارے میں مختلف رائے کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ بھی محرمات موجود ہیں جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا مثلاً (کچلیوں والے) درندے اور بچے سے شکار کرنے والے تمام پرندے وغیرہ چنانچہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان زائد چیزوں کی تحریم سے قبل نازل ہوئی ہے۔ اس لیے یہ حصر مذکور ان اشیاء میں تحریم متاخر کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں اس وقت اس زمرے میں نہیں آتی تھیں جس وقت مذکورہ حرمت کی وحی آپ کی طرف بھیجی گئی تھی۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ تمام محرمات کی تحریم پر مشتمل ہے۔ البتہ بعض کی تحریم کی تصریح کر دی گئی ہے اور بعض کی تحریم اس کے معنی اور حرمت کی عمومی علت سے اخذ کی گئی ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آیت کریمہ کے اواخر میں مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کی تحریم کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَأَنَّهُ رَجُسٌ﴾ ”وہ ناپاک ہے“ اور یہ ایسا وصف ہے جو تمام محرمات کو شامل ہے۔ کیونکہ تمام محرمات (دجس) یعنی گندگی اور ناپاک ہیں اور یہ محرمات سب سے زیادہ ناپاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو گندگی اور ناپاکی سے بچانے کے لیے ان کو حرام قرار دیا ہے۔

ناپاک اور محرمات کی تفصیل سنت نبوی سے اخذ کی جاتی ہیں کیونکہ سنت قرآن کی تفسیر کر کے اس کے مقاصد کو بیان کرتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کھانے والے کے لیے صرف اسی چیز کو حرام قرار دیا جس کا اس نے ذکر فرمایا اور تحریم کا مصدر صرف اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مشرکین اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کے رزق کو حرام قرار دے کر اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی اور اس کی طرف ایسی بات منسوب کرتے ہیں جو اس نے نہیں کہی۔ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں خنزیر کی حرمت کا ذکر نہ کیا ہوتا تو اس کا قوی احتمال تھا کہ آیت کریمہ کا سیاق مشرکین کے مذکورہ بالا ان اقوال کی تردید میں ہے جس میں انہوں نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا اور اپنے نفس کی فریب دہی کے مطابق اس میں مشغول ہو گئے۔ اور یہ خاص طور پر چوپایوں کے بارے میں ہے۔ اور ان چوپایوں میں کچھ بھی حرام نہیں سوائے ان اشیاء کے جن کا ذکر آیت کریمہ میں کر دیا گیا ہے مردار اور غیر اللہ کے نام پر پکاری گئی چیز۔ اور ان کے سوا دیگر تمام اشیاء حلال ہیں۔ اس احتمال کی بنا پر خنزیر کا یہاں ذکر شاید اس مناسبت سے کیا گیا ہو کہ بعض جہال خنزیر کو (بِہِمَّةٍ الْاَنْعَامِ) میں داخل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خنزیر بھیڑ بکری کی نوع میں سے ہے۔ اس قسم کا تو ہم نصاریٰ میں سے جہلاء اور ان جیسے بعض دیگر لوگوں کو لاحق ہوا ہے۔ وہ خنزیر کو اسی طرح پالتے ہیں جیسے موشیوں کو پالا جاتا ہے اور اس کو حلال سمجھتے ہیں۔ اور وہ اس کے اور دیگر موشیوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔ پس یہ تمام محرمات جو اس امت پر حرام قرار دی گئی ہیں یہ حفاظت اور تنزیہ کی خاطر ہے۔

اور وہ چیزیں جو اہل کتاب پر حرام قرار دی گئیں ان میں سے بعض پاک اور طیب تھیں مگر سزا کے طور پر ان چیزوں کو ان پر حرام کر دیا گیا۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا كُلَّ ذِي ظُلْفٍ﴾ ”اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا“ مثلاً اونٹ اور اس قسم کے دیگر جانور ﴿وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَمًا عَلَيْهِمْ﴾ ”اور گائے اور بکری میں سے حرام کئے تھے“ ان کے بعض اجزاء ﴿شُحُومُهُمَا﴾ اور وہ تھی ان کی چربی۔ اور ہر قسم کی چربی ان پر حرام نہ تھی بلکہ صرف دنبے کی چکیتی اور اوچھڑی اور آنتوں کی باریک چربی حرام تھی۔ اس لیے اس

میں سے حلال چربی کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿إِلَّا مَا حَصَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا﴾ ”مگر وہ چربی جو پشت پر اور انتڑیوں کے ساتھ لگی ہوتی ہے“ ﴿أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ﴾ ”یا وہ چربی جو ہڈی کے ساتھ پیوست ہوتی ہے۔“
 ﴿ذَلِكَ﴾ ”یہ“ یہودیوں پر نافذ کی گئی یہ تحریم ﴿جَزَيْنَهُم بِبَغْيِهِمْ﴾ ”ایک سزا تھی جو ہم نے ان کو دی تھی ان کی شرارت پر“ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کے بارے میں ان کے ظلم و تعدی کی جزا تھی! پس اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ان کے لیے یہ چیزیں حرام کر دی تھیں ﴿وَإِنَّا لَصَدِيقُونَ﴾ ”اور ہم سچ کہتے ہیں“ یعنی ہم جو کچھ کہتے ہیں جو کرتے ہیں اور جو فیصلہ کرتے ہیں سب صدق پر مبنی ہوتا ہے اور اہل ایمان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچی بات کہنے والا اور سب سے اچھے فیصلے کرنے والا کون ہے؟

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ

پھر اگر جھٹلائیں وہ آپ کو تو کہہ دیجئے تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور نہیں پھیرا جاتا اس کا عذاب

عَنِ الْقَوْمِ الْمَجْرُمِينَ ﴿۱۳۵﴾

مجرم قوم سے ○

یعنی اگر یہ مشرکین آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ ترغیب و ترہیب کے ذریعے سے ان کو دعوت دیتے رہئے اور ان کو آگاہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ﴿ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ﴾ ”بے پایاں رحمت کا مالک ہے“ جو تمام مخلوقات کو شامل ہے۔ لہذا اس کی رحمت کی طرف اس کے اسباب کے ذریعے سے سبقت کرو۔ جس کی اساس اور بنیاد محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان پر نازل ہونے والی وحی کی تصدیق ہے۔ ﴿وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمَجْرُمِينَ﴾ ”اور اس کا عذاب گناہ گاروں سے نہیں ٹالا جاتا“ یعنی جن کے جرائم اور گناہ بہت بڑھ گئے ہوں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والے جرائم سے بچو! ان میں سب سے بڑا جرم محمد مصطفیٰ ﷺ صلوات اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ

عنقریب کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا اگر چاہتا اللہ تو نہ شرک کرتے ہم اور نہ باپ دادا ہمارے اور نہ حرام کرتے ہم کوئی

شَيْءٍ ۚ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۚ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ

چیز اسی طرح جھٹلایا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ کچھا انہوں نے ہمارا عذاب کہہ دیجئے! کیا ہے تمہارے پاس

مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۚ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۳۶﴾

کچھ علم؟ تو نکالو تم اس کو ہمارے لیے نہیں پیروی کرتے تم مگر گمان کی اور نہیں ہو تم مگر اٹکل بچو کرتے ○

قُلْ فِئْتِهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهْدَاكُمْ أَجْعِلِينَ ﴿۱۳۷﴾

کہہ دیجئے! پس اللہ ہی کے لیے ہے دلیل محکم پھر اگر وہ چاہتا تو ہدایت دیتا تم سب کو ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے خبر ہے کہ مشرکین اپنے شرک اور اللہ تعالیٰ کی حلال ٹھہرائی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے دلیل پکڑتے ہیں اور اپنے آپ سے مذمت کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو جو خیر و شر ہر چیز کو شامل ہے دلیل بناتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہی کچھ کہا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (النحل: ۳۵/۱۶) ”وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا کہتے ہیں کہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے“۔ پس یہ وہ دلیل ہے جو انبیاء و رسل کو جھٹلانے والی قومیں انبیاء کی دعوت کو رد کرنے کے لیے پیش کرتی رہی ہیں مگر یہ ان کے کسی کام آئی نہ اس نے انہیں کوئی فائدہ ہی دیا اور یہی ان کی عادت رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر کے عذاب کا مزا اچکھایا۔

اگر ان کی یہ دلیل صحیح ہوتی تو ان سے عذاب کو ہٹا لیا جاتا اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں مبتلا نہ کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب صرف اسی پر نازل ہوتا ہے جو اس کا مستحق ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ ان کی فاسد دلیل اور انتہائی گھٹیا شبہ ہے اور اس کی متعدد وجوہات ہیں۔

- (۱) اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ان کی دلیل صحیح ہوتی تو ان پر عذاب نازل نہ ہوتا۔
- (۲) دلیل کے لیے ضروری ہے کہ اس کی بنیاد علم اور برہان ہو۔ اگر دلیل محض گمان اور اندازے پر مبنی ہو جو حق کے مقابلے میں کوئی کام نہیں آ سکتی، تو یہ باطل ہے۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا﴾ ”کہہ دیجئے اگر تمہارے پاس کوئی علم ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو“ پس اگر ان کے پاس علم ہوتا حالانکہ وہ سخت جھگڑالو لوگ ہیں تو وہ اسے ضرور پیش کرتے اگر انہوں نے کوئی علمی دلیل پیش نہیں کی تو معلوم ہوا کہ وہ علم سے بے بہرہ ہیں۔
- ﴿إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾ ”تم تو نزے گمان پر چلتے ہو اور صرف تخمینے ہی کرتے ہو“ اور جو کوئی اپنے دلائل کی بنیاد گمان اور اندازوں پر رکھتا ہے وہ باطل پرست اور خسارے میں پڑنے والا ہے اور جب اس کی بنیاد سرکشی، دشمنی اور شر و فساد پر ہو تو اس کی کیفیت کیا ہوگی؟

(۳) حجت بالغہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو کسی کے لیے کوئی عذر نہیں رہنے دیتی، جس پر تمام انبیاء و مرسلین، تمام کتب الہیہ، تمام آثار نبویہ، عقل صحیح، فطرت سلیم اور اخلاق مستقیم متفق ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جو کوئی اس آیت قاطعہ کی مخالفت کرتا ہے وہ باطل ہے، کیونکہ حق کی مخالفت کرنے والا باطل کے سوا کچھ بھی نہیں۔

(۴) اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر انسان کو قدرت اور ارادہ عطا کیا ہے جس کے ذریعے سے وہ ان تمام افعال کے ارتکاب پر قادر ہے جن کا اسے مکلف کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی ایسی چیز واجب

نہیں کی جس کے فعل پر وہ قدرت نہیں رکھتا اور نہ کسی ایسی چیز کو اس پر حرام ٹھہرایا ہے جس کو ترک کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔ پس اس کے بعد قضاء و قدر کو دلیل بنانا محض ظلم اور مجر و عناد ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے بندوں کے افعال میں جبر نہیں کیا، بلکہ ان کے افعال کو ان کے اختیار کے تابع بنایا ہے۔ پس اگر وہ چاہیں تو کسی فعل کا ارتکاب کریں اور اگر چاہیں تو اس فعل کے ارتکاب سے باز رہ سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو حق کے ساتھ عناد رکھتا ہے اور محسوسات کا انکار کرتا ہے، کیونکہ ہر شخص حرکت اختیاری اور حرکت جبری میں امتیاز کر سکتا ہے اگرچہ تمام حرکات اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ کے تحت آتی ہیں۔

(۶) اپنے گناہوں پر قضا و قدر کو دلیل بنانے والے تناقض (تضاد) کا شکار ہیں، کیونکہ ان کے لیے اس کو درست ثابت کرنا ممکن نہیں۔ بلکہ اگر کوئی مار پیٹ یا مال وغیرہ چھین کر ان کے ساتھ برا سلوک کر کے تقدیر کا بہانہ پیش کرتا ہے تو وہ اس شخص کی دلیل کو کبھی قبول نہیں کریں گے اور اس شخص پر سخت ناراض ہوں گے۔ نہایت عجیب بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی ناراضی کے کاموں پر تو قضا و قدر کا عذر پیش کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کے ساتھ برا سلوک کر کے ان کو یہی دلیل پیش کرتا ہے تو اسے قبول نہیں کرتے۔

(۷) قضا و قدر سے استدلال کرنا ان کا مقصد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ قضا و قدر کا عذر دلیل نہیں۔ ان کا مقصد تو صرف حق کو ٹھکرانا اور اس کو روکنا ہے کیونکہ وہ حق کو یوں سمجھتے ہیں جیسے کوئی حملہ آور ہو۔ چنانچہ وہ ہر صحیح یا غلط خیال کے ذریعے سے جو ان کے دل میں آتا ہے حق کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قُلْ هَلْ مَشِهُدَآءُكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا اِنْ شَهِدُوْا فَلَا كَهْمُ دِتْجَعْلُ اَلْاَوْثَمُ اِنِّهٖ غَوٰى وَّهٗ جَوٰى دِيْ دِيْ اِسْ بَاتِ كِيْ كَلَّا شَبَّهَ اللّٰهُ نِيْ حَرَامُ كِيَا هِيْ اِنِّ كُوْ طَهْرَا اِوْهٖ غَوٰى دِيْ تُوْنَهٗ

تَشْهَدُ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
گواہی دیں آپ انکے ساتھ اور نہ پیچھے چلیں آپ انکی خواہشات کے جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو اور (نہ) انکے جو نہیں ایمان لاتے

بِاٰلِ الْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝۱۵

آخرت پر اور وہ اپنے رب کے ساتھ برابر ٹھہراتے ہیں ○

یعنی آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال ٹھہرائی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرایا اور اس تحریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا کہ وہ اپنے ان گواہوں کو لے آئیں جو یہ گواہی دیں کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ جب ان سے یہ بات کہی جائے گی تو مندرجہ ذیل دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی:

(۱) یا تو وہ اس پر کسی کو گواہ کے طور پر پیش ہی نہیں کر سکیں گے تب اس صورت میں ان کا دعویٰ باطل اور دلیل اور گواہوں سے محروم ہوگا۔

(۲) یا وہ کسی ایسے گواہ کو پیش کر دیں گے جو ان کے لیے گواہی دے مگر کسی جھوٹے اور بہتان طراز کے سوا کوئی شخص اس پر گواہی نہیں دے سکتا، اور ایسے جھوٹے اور بہتان طراز شخص کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔

یہ معاملہ ایسے امور میں شمار نہیں ہوتا جس پر کسی عادل گواہ کا گواہی دینا جائز ہو بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور آپ کے تابعین کو اس گواہی سے روکتے ہوئے فرمایا: ﴿فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾ ”اگر وہ گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور وہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر ٹھہراتے ہیں“ یعنی وہ بتوں اور اپنے گھڑے ہوئے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں۔ چونکہ وہ یوم آخرت کا انکار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل نہیں اس لیے ان کی خواہشات ان کے اس عقیدے کے مطابق ہیں جو شرک اور تکذیب پر مبنی ہے۔ جن کا یہ معاملہ ہو تو مناسب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے بہترین ہستی کو ان کی اتباع کرنے اور ان کے ساتھ گواہی دینے سے روک دے۔ تب معلوم ہوا کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانا ان کی گمراہ کن خواہشات نفس کی پیداوار ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ

کہہ دیجئے! آؤ پڑھتا ہوں میں جو کچھ کہ حرام کیا تمہارے رب نے اوپر تمہارے یہ کہ نہ شریک ٹھہراؤ تم ساتھ اس کے کسی چیز کو اور ساتھ والدین کے

إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا

احسان کرو، اور مت قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے ہم ہی رزق دیتے ہیں تمہیں اور انہیں، اور مت

تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ

قریب جاؤ بے حیائی کے کاموں کے جو ظاہر ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ اور مت قتل کرو اس جان کو جس کو حرام کیا

اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذُلِكُمْ وَصُكُّمُ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۵﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ

اللہ نے مگر ساتھ حق کے یہ (سب باتیں) وصیت کی ہے اللہ نے تمہیں انکی تاکہ تم سمجھو اور مت قریب جاؤ تم یتیم کے مال کے

إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْبِيزَانَ بِالْقِسْطِ

مگر ساتھ اس طریقے کے جو بہترین ہو یہاں تک کہ پہنچ جائے وہ اپنی پختگی کو اور پورا کرو تم ماپ اور تول کو ساتھ انصاف کے

لَا تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ

نہیں تکلیف دیتے ہم کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق ہی اور جب کہو تم تو انصاف سے کام لو اگرچہ ہو وہ قریبی ہی

وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٦﴾ وَأَنَّ هَذَا

اور عہد اللہ کا پورا کرو تم یہ وصیت کی ہے (اللہ نے) تمہیں اس کی تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○ اور بلاشبہ یہ

صراطی مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ

میرا راستہ ہے سیدھا پس پیروی کرو تم اسی کی اور مت پیروی کرو تم (اور) راستوں کی پس الگ کر دیں گے وہ تمہیں اس (اللہ) کے راستے سے

ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٥٧﴾

یہ وصیت کی ہے (اللہ نے) تمہیں اس کی تاکہ تم ڈرو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیجیے“ ان لوگوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے ان چیزوں کو حرام قرار دے ڈالا جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ﴿تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ﴾ ”آؤ میں سنا دوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے“، یعنی اللہ تعالیٰ نے عام طور پر کیا چیز حرام کی ہے۔ یہ تحریم سب کے لیے ہے اور ماکولات و مشروبات اور اقوال و افعال وغیرہ تمام محرمات پر مشتمل ہے۔ ﴿أَلَا تُشْرِكُوا بِهِ﴾ ”یہ کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا“، یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھوڑا یا زیادہ ہرگز شرک نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی حقیقت یہ ہے کہ مخلوق کی اسی طرح عبادت کی جائے جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے، یا مخلوق کی تعظیم اسی طرح کی جائے جس طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی جاتی ہے، یا ربوبیت اور الوہیت کی صفات مخلوق میں ثابت کی جائیں۔ جب بندہ ہر قسم کا شرک چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنے تمام احوال میں موحد اور اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص بندہ بن جاتا ہے۔ پس بندوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حق کا تذکرہ کرنے کے بعد سب سے زیادہ موکد حق سے ابتدا کی اور فرمایا ﴿وَيَا آلَ الدِّينِ إِحْسَانًا﴾ ”اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا“، یعنی اقوال حسنہ اور افعال جمیلہ کے ذریعے سے اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ ہر وہ قول و فعل جس سے والدین کو کوئی منفعت حاصل ہو یا اس سے مسرت حاصل ہو تو یہ ان کے ساتھ حسن سلوک ہے اور حسن سلوک کا وجود نافرمانی کی نفی کرتا ہے۔ ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ﴾ ”اور نہ قتل کرو تم اپنی اولاد کو“، یعنی اپنے بچوں اور بچیوں کو ﴿مِنْ أَمْلَاقٍ﴾ ”ناداری کے (اندیشے) سے“، یعنی فقر اور رزق کی تنگی کے سبب سے۔ جیسا کہ جاہلیت کے ظالمانہ دور میں ہوتا تھا۔ جب اس حال میں ان کو قتل کرنے سے روکا گیا ہے جب کہ وہ ان کی اپنی اولاد ہو تو پھر ان کو بغیر کسی موجب کے قتل کرنا یا دوسروں کی اولاد کو قتل کرنا تو بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

﴿نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ﴾ ”ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو“، یعنی ہم نے تمام مخلوق کے رزق کی ذمہ داری

لی ہوئی ہے۔ یہ تم نہیں ہو جو اپنی اولاد کو رزق عطا کرتے ہو بلکہ تم خود اپنے آپ کو بھی رزق عطا نہیں کر سکتے۔ پھر تم

ان کے بارے میں تنگی کیوں محسوس کرو۔ ﴿وَلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ﴾ ”اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ“ یہاں فواحش سے مراد بڑے بڑے اور فحش گناہ ہیں ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ ”جو ظاہر ہوں یا پوشیدہ“ یعنی کھلے گناہوں کے قریب جاؤ نہ چھپے ہوئے گناہوں کے۔ نہ کھلے گناہوں کے متعلقات کے قریب پھٹکنا اور نہ قلب و باطن کے گناہوں کے متعلقات کے قریب جاؤ۔ فواحش کے قریب جانے کی ممانعت فواحش کے مجرور و تکاب کی ممانعت سے زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ یہ فواحش کے مقدمات اور ان کے ذرائع اور وسائل سب کو شامل ہے۔ ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ﴾ ”اور نہ قتل کرو اس جان کو جس کو اللہ نے حرام کیا ہے“ اس سے مراد مسلمان جان ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، نیک ہو یا بد۔ اسی طرح اس کافر جان کو قتل کرنا بھی قتل ناحق ہے جو عہد و میثاق کی وجہ سے معصوم ہو ﴿إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ”مگر حق کے ساتھ“ مثلاً شادی شدہ زانی، قاتل، مرتد ہو کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا۔

﴿ذِكْرُكُمْ﴾ ”یہ“ مذکورہ بالا تمام امور ﴿وَضَعَكُمْ بِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ ”اس کے ساتھ تم کو حکم کیا ہے تاکہ تم سمجھو“ یعنی شاید تم اللہ تعالیٰ کی وصیت کو سمجھو پھر تم اس کی حفاظت کرو، اس کی رعایت کرو اور اس کو قائم کرو۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنی عقل کے مطابق ان امور کو قائم کرتا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے۔ ﴿وَلَا تَقْرُبُوا مَالَ الْيَتِيمِ﴾ ”اور نہ قریب جاؤ تم یتیم کے مال کے“ یعنی مال کھانے کے لیے یا اپنے لیے معاوضہ بنانے یا بغیر کسی سبب کے مال لینے کے لیے۔ ﴿إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ ”مگر ایسے طریق سے کہ بہت ہی پسندیدہ ہو۔“ یعنی البتہ ایسے طریقے سے ان کے مال کے قریب جاؤ جس سے ان کے مال کی اصلاح ہو اور وہ اس مال سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اس طریقے سے یتیموں کے مال کے قریب جانا اور اس میں تصرف کرنا جائز نہیں جس سے یتیموں کو نقصان پہنچتا ہو اور اس طریقے سے بھی ان کے مال کے قریب جانا جائز نہیں جس میں کوئی نقصان تو نہ ہو البتہ اس میں کوئی مصلحت بھی نہ ہو۔

﴿حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ﴾ ”حتیٰ کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے“ یعنی یہاں تک کہ یتیم بالغ اور سمجھدار ہو جائے اور اسے مال میں تصرف کرنے کی معرفت حاصل ہو جائے اور جب وہ سمجھدار اور بالغ ہو جائے تو اس وقت مال اس کے حوالے کیا جائے اور وہ خود اپنی صوابدید کے مطابق اس مال میں تصرف کرے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یتیم بالغ ہونے سے قبل اپنے مال میں تصرف نہیں کر سکتا۔ اس کے سرپرست کو مال میں احسن طریقے سے تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ مال کے تصرف پر یہ پابندی یتیم کے بالغ ہونے پر ختم ہو جائے گی۔

﴿وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ﴾ ”نہایت عدل و انصاف سے ناپ تول کو پورا کرو“ یعنی جب تم انصاف

کے ساتھ ناپ تول کو پورا کرنے کی ذمہ داری کو ادا کرنے میں جدوجہد کرو گے تو ﴿لَا تَكْلِفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾

”ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق۔“ یعنی ہم اس کی قدرت کے مطابق اسے مکلف بناتے ہیں اور ایسی چیز کا مکلف نہیں بناتے جو اس کے بس سے باہر ہو پس جو کوئی ناپ تول کو پورا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے اور اس میں ہرگز کوتاہی نہیں برتا، اور لاعلمی میں کوئی تقصیر باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ بخشش والا اور نہایت رحم والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے علمائے اصول یہ اصول اخذ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ پس اسے جو حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ممکن حد تک اس کی تعمیل کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

﴿وَإِذَا قُلْتُمْ﴾ ”جب کوئی بات کہو۔“ یعنی جب تم کوئی بات کہو جو لوگوں کے درمیان کسی فیصلے، کسی خطاب کی تفصیل پر مبنی ہو یا تم احوال و مقالات پر کلام کر رہے ہو ﴿فَاعْلَمُوا﴾ ”تو انصاف سے کہو۔“ یعنی صدق، انصاف اور عدم کتمان کو مد نظر رکھتے ہوئے ان لوگوں کے درمیان جن کو تم پسند کرتے ہو یا ناپسند کرتے ہو عدل سے بات کرو کیونکہ جسے آپ ناپسند کرتے ہیں اس کے بارے میں یا اس کے مقالات کے بارے میں اس کے خلاف حد سے بڑھ کر بات کرنا ظلم ہے جو کہ حرام ہے، بلکہ اگر صاحب علم اہل بدعت کے مقالات و نظریات پر کلام کرتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ ہر حق دار کو اس کا حق عطا کرے اور ان مقالات میں جو کچھ حق اور باطل موجود ہے اس کو پوری طرح بیان کرے کہ ان مقالات میں کون سی چیز حق کے قریب اور کون سی چیز حق سے دور ہے۔ فقہاء نے یہاں تک ذکر کیا ہے کہ قاضی پر فرض ہے کہ وہ فریقین کے درمیان اپنے لہجے اور اپنی نظر میں بھی انصاف کرے۔

﴿وَعَهْدُ اللَّهِ أَوْفُوا﴾ ”اور اللہ کا عہد پورا کرو“ یہ آیت کریمہ اس عہد کو بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اپنے حقوق پورے کروانے کے بارے میں لیا ہے اور اس عہد کو بھی شامل ہے جو مخلوق کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ پس ان تمام معاہدوں کو پورا کرنا فرض اور ان کو توڑنا یا ان میں خلل اندازی کرنا حرام ہے ﴿ذَلِكُمْ﴾ ”مذکورہ تمام احکام میں“ ﴿وَضُكْمٌ﴾ ”لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ“ ”تم کو حکم کر دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو“، یعنی وہ تمام احکام جو اس نے تمہارے لیے بیان کئے ہیں اور تم اللہ تعالیٰ کی اس وصیت کو پوری طرح قائم کرو جو اس نے تمہیں کی ہے اور تم ان تمام حکمتوں اور احکام کی معرفت حاصل کر لو جو ان کے اندر ہیں۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑے بڑے احکام اور اہم شرائع کو واضح کر دیا تو اب ان کی طرف اور ان سے زیادہ عمومیت کی حامل بات کی طرف اشارہ فرمایا: ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ ”اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے۔“ یعنی یہ اور اس قسم کے دیگر احکام جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے جو معتدل آسان اور نہایت مختصر ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کی منزل تک پہنچاتا

ہے ﴿فَاتَّبِعُوهُ﴾ ”پس اس کی پیروی کرو“ تاکہ تم فوز و فلاح، تمناؤں اور فرحتوں کو حاصل کر سکو۔ ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ﴾ ”اور راستوں پر نہ چلنا۔“ یعنی ان راستوں پر نہ چلو جو اللہ تعالیٰ کے راستے کی مخالفت کرتے ہیں ﴿فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ ”پس وہ تمہیں اس (اللہ) کے راستے سے جدا کر دیں گے۔“ یعنی یہ راستے تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے اور تمہیں دائیں بائیں دوسرے راستوں پر ڈال دیں گے اور جب تم صراطِ مستقیم سے بھٹک جاؤ گے تو تمہارے سامنے صرف وہ راستے رہ جائیں گے جو جہنم تک پہنچانے والے ہیں۔ ﴿ذَلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ”یہ حکم کر دیا ہے تم کو تاکہ تم متقی بن جاؤ“ کیونکہ جب تم علم و عمل کے اعتبار سے ان احکام کی تعمیل کرو گے جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے بیان کیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے متقی اور فلاح یاب بندے بن جاؤ گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کو واحد ذکر کر کے اپنی طرف مضاف کیا ہے کیونکہ صرف یہی ایک راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس راستے پر گامزن لوگوں کی مدد کرتا ہے۔

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۖ
 وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝۱۶ وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ
 مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝۱۷ أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ
 عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفْلِينَ ۝۱۸ أَوْ تَقُولُوا لَوْ
 أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَى مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ
 وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۖ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ
 سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ۝۱۹

بوجہ اس کے جو تھے وہ اعراض کرتے ○

﴿ثُمَّ﴾ ”پھر“ اس مقام پر (ثُمَّ) سے مراد ترتیب زمانی نہیں ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ اس زمانے سے بہت متقدم ہے جب رسول اللہ ﷺ نے یہ تلاوت فرمائی تھی۔ یہاں دراصل ترتیب اخباری مراد ہے۔

﴿اَتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ﴾ ”موسیٰ کو کتاب عنایت کی“ پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے حضرت موسیٰ کو کتاب عطا کی۔ اس سے مراد تورات ہے ﴿تَمَامًا﴾ اپنی نعمت اور احسان کو پورا اور مکمل کرنے کے لیے ﴿عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ﴾ ”ان پر جو نیکو کار ہیں۔“ یعنی جناب موسیٰ کی امت میں سے ان لوگوں پر اپنی نعمت کو پورا کرنے کے لیے جنہوں نے نیک کام کئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے نیکو کاروں کو اتنی نعمتوں سے نوازا ہے جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ من جملہ ان کامل نعمتوں کے ان پر تورات کا نازل کرنا ہے پس ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت مکمل ہو گئی اور ان پر ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا واجب ٹھہرا۔ ﴿وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ ”اور ہر چیز کی تفصیل کے لیے“ یعنی ہر اس چیز کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ جس کے وہ محتاج ہیں اس کا تعلق حلال و حرام سے ہو یا امر و نواہی سے ہو یا عقائد وغیرہ سے۔ ﴿وَهُدًى﴾ ”اور ہدایت۔“ یعنی وہ بھلائی کی طرف ان کی راہنمائی کرتی ہے اور اصول و فروع میں ان کو برائی کی پہچان کرواتا ہے ﴿وَرَحْمَةً﴾ ”اور رحمت“ یعنی اس رحمت کے ذریعے سے انہیں سعادت اور خیر کثیر سے نوازا جاتا ہے ﴿لَعَلَّهُمْ﴾ ”تا کہ وہ لوگ“ یعنی ہمارے ان پر کتاب اور واضح دلائل نازل کرنے کے سبب سے ﴿بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ﴾ ”اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں“ کیونکہ یہ کتاب قیامت اور جزائے اعمال کے قطعی دلائل اور ایسے امور پر مشتمل ہے جو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر ایمان اور اس کے لیے تیاری کے موجب ہیں۔

﴿وَهَذَا﴾ ”اور یہ“ یعنی یہ قرآن عظیم اور ذکر حکیم ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكًا﴾ ”کتاب ہم نے اتاری ہے برکت والی۔“ یعنی اس کتاب کے اندر خیر کثیر اور بے انتہا علم ہے جس سے تمام علوم مدد لیتے ہیں اور اس سے برکات حاصل کی جاتی ہیں۔ کوئی ایسی بھلائی نہیں جس کی طرف اس کتاب عظیم نے دعوت اور ترغیب نہ دی ہو اور اس بھلائی کی حکمتیں اور مصلحتیں بیان نہ کی ہوں جو اس پر آمادہ کرتی ہیں اور کوئی ایسی برائی نہیں جس سے اس کتاب نے روکا اور ڈرایا نہ ہو اور ان اسباب اور عواقب کا ذکر نہ کیا ہو جو اس برائی کے ارتکاب سے باز رکھتے ہوں۔ ﴿فَاتَّبِعُوهُ﴾ ”پس اس کی پیروی کرو“ یعنی اس کے امر و نہی میں اس کی اتباع کرو اور اس پر اپنے اصول و فروع کی بنیاد رکھو ﴿وَاتَّقُوا﴾ ”اور ڈرو“ یعنی کسی بھی امر میں اللہ کی مخالفت کرنے سے ڈرو ﴿لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ﴾ ”تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“ یعنی اگر تم اس کی اتباع کرو گے تو شاید تم پر رحم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا سب سے بڑا سبب علم و عمل کے اعتبار سے اس کتاب کی پیروی ہے۔

﴿أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ الْكِتَابَ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾ ”اس واسطے کہ کہیں تم کہنے لگو کہ کتاب جو اتاری

تھی، سو ان ہی دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے، یعنی قطع حجت کے لیے ہم نے تم پر یہ مبارک کتاب نازل کی ہے اور تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے تو دو گروہوں پر کتاب نازل کر دی گئی۔ یعنی یہود و نصاریٰ پر ﴿وَإِنْ كُنَّا عَنْ دُرُسِهِمْ لَغُفْلِينَ﴾ اور ہم کو تو ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہ تھی، یعنی تم کہو کہ ہم پر کوئی کتاب نہیں اتاری گئی اور یہود و نصاریٰ پر جو کتابیں نازل کی گئیں ان کے بارے میں ہمیں کوئی علم ہے نہ معرفت۔ اس لیے ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی جس سے بڑھ کر جامع، واضح اور روشن کوئی اور کتاب آسمان سے نازل نہیں کی گئی۔ ﴿أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ﴾ یا تم کہو کہ اگر اترتی ہم پر کتاب تو ہم ان سے بہتر راہ پر چلنے والے ہوتے، یعنی یا تو تم یہ عذر پیش کرو گے کہ تمہارے پاس اصل ہدایت ہی نہیں پہنچی یا تمہارا عذر یہ ہوگا کہ یہ ہدایت کامل نہ تھی۔ پس تمہیں اپنی کتاب کیساتھ اصل اور کامل ہدایت حاصل ہو گئی۔ بنا بریں فرمایا: ﴿فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ پس تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آ گئی۔ یہ اسم جنس ہے اور اس میں ہر وہ چیز داخل ہے جو حق کو بیان کرے ﴿وَهُدًى﴾ اور ہدایت، مگر اہی کے اندھیروں میں راہ ہدایت ہے ﴿وَرَحْمَةً﴾ اور رحمت، یعنی دین و دنیا میں تمہارے لیے سعادت ہے۔

پس یہ چیز تم پر واجب کرتی ہے کہ تم اس کے احکام کی تعمیل کرو اور اس کی خبروں پر ایمان لاؤ اور جس کسی نے اس کی پروا نہ کی اور اس کو جھٹلایا، وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿فَمَن ظَلَمَ مِّنْ كَذِبٍ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا﴾ اب اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے کترائے؟، یعنی اس نے روگردانی کی اور پہلو بچا کر نکل گیا ﴿سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ﴾ ہم سزا دیں گے ان کو جو ہماری آیتوں سے کتراتے ہیں، برے عذاب کی، یعنی وہ ایسا عذاب ہوگا کہ وہ اس میں مبتلا شخص کو سخت تکلیف دے گا اس پر بہت شاق گزرے گا ﴿بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ﴾ اس کترانے کے بدلے میں، وہ خود اپنے آپ کو اور دوسروں کو ہماری آیتوں سے پھیرتے تھے، یہ انکے اعمال بد کا بدلہ ہے ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ﴾ (حم السجده: ۴۶/۴۷) اور آپ کا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کا علم، جلیل ترین، انتہائی بابرکت اور تمام علوم سے زیادہ وسیع علم ہے۔ اسی کے ذریعے سے صراط مستقیم کی طرف کامل راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے انسان اولین و آخرین میں سے متکلمین کے قیاسات اور اندازوں اور فلسفیوں کے افکار و نظریات کا محتاج نہیں رہتا۔

عام طور پر معروف ہے کہ کتاب یہود و نصاریٰ کے سوا کسی پر نہیں اتری اور علی الاطلاق وہی اہل کتاب ہیں۔ دیگر تمام گروہ، مجوس وغیرہ اہل کتاب کے زمرے میں نہیں آتے۔ ان آیات مبارکہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نزول قرآن سے قبل جاہلی عرب ان اہل کتاب کے علم سے بے بہرہ تھے جن کے پاس علم تھا اور ان کی کتب کے

پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ
نہیں انتظار کرتے وہ مگر اس بات کا کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا آئے آپ کا رب یا آئیں بعض نشانیاں آپ کے رب کی
يَوْمَ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ
جس دن آجائیں گی بعض نشانیاں آپ کے رب کی تو نہ نفع دے گا کسی نفس کو ایمان (لانا) اس کا کہ جو نہیں تھا ایمان لایا اس سے پہلے
أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلْ انتظروا إنا كنا مُنتظرون ﴿۱۵۸﴾
(یا) (نہیں) کمائی اس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی، کہہ دیجئے! انتظار کرو تم! یقیناً ہم بھی منتظر ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا یہ لوگ جو اپنے ظلم و عناد پر جتھے ہوئے ہیں اس بات کا انتظار کر رہے ہیں ﴿إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ﴾ ”کہ ان کے پاس فرشتے آئیں۔“ یعنی آخرت اور عذاب کے مقدمات کی صورت میں ان کے سامنے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لیے آ حاضر ہوں۔ کیونکہ جب وہ اس حالت کو پہنچ جائیں گے تو اس وقت ایمان اور اعمال صالحہ ان کو کوئی فائدہ نہ دیں گے۔ ﴿أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ﴾ ”یا خود تمہارا رب آئے۔“ یعنی تمہارا رب بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے، نیکوکاروں اور بدکاروں کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دینے کے لیے آجائے ﴿أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ﴾ ”یا تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آجائیں“ جو قرب قیامت پر دلالت کرتی ہوں ﴿يَوْمَ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ﴾ ”جس دن تمہارے رب کی کچھ نشانیاں آجائیں گی“ یعنی خارق عادت معجزات جن سے یہ معلوم ہو کہ قیامت کی گھڑی قریب آن لگی ہے اور بہت قریب پہنچ گئی ہے ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ ”تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا اپنے ایمان (کی حالت) میں نیک عمل نہیں کیے ہوں گے۔“ یعنی جب اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیاں آ موجود ہوں گی تو اس کے بعد کافر کا ایمان اسے کوئی فائدہ دے گا نہ کوتاہی کے شکار مومن کے اعمال میں اضافہ اس کے کسی کام آئے گا بلکہ صرف وہی ایمان کی پونجی اس کے کام آئے گی جو تھوڑی بہت اس کے دامن میں ہوگی اور صرف وہی نیک اعمال اس کو فائدہ دیں گے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں آ جانے سے قبل اس نے کئے ہوں گے۔ اس میں ظاہری حکمت یہ ہے کہ ایمان صرف وہی فائدہ دیتا ہے جو بالغیب ہو اور بندہ اپنے اختیار اور ارادے سے ایمان لایا ہو۔ لیکن جب اللہ کی نشانیاں آجائیں اور معاملہ غیب سے شہادت میں منتقل ہو جائے تو ایمان لانے میں کوئی فائدہ نہیں رہتا۔ کیونکہ یہ جبری ایمان کے مشابہ ہے مثلاً ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے شخص وغیرہ کا ایمان لانا، یعنی وہ شخص جب موت کا چہرہ دیکھ لیتا ہے تو اپنی بد اعمالیوں کو ختم کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَكُنَّا بِمَا كُنَّا

بِهِ مُشْرِكِينَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۝

(المؤمن: ۸۴/۸۵) ”پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو پکار اٹھے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جن کو ہم اللہ کا شریک بنایا کرتے تھے۔ مگر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ یہ سنت الہی ہے جو اس کے بندوں کے بارے میں چلی آ رہی ہے۔“

بہت سی صحیح احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ یہاں ”اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیوں“ سے مراد ہے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، لوگ جب سورج کو مغرب سے طلوع ہوتا دیکھیں گے تو جھٹ ایمان لے آئیں گے مگر ان کا ایمان ان کو کوئی فائدہ نہ دے گا اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔^①

چونکہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے جھٹلانے والوں کے لیے وعید ہے۔ آپ ﷺ ان نشانیوں کے ظہور کے منتظر ہیں اور کفار بھی منتظر ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ اَنْتُمْ ظُرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ ”کہہ دیجئے تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں“ پس عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون امن کا مستحق ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے افعال اختیاری کا اثبات ہے مثلاً استواء علی العرش، آسمان دنیا پر نازل ہونا، اور اس کا آنا مخلوق کی صفات کے ساتھ کسی تشبیہ کے بغیر۔ اور اس اعتبار سے یہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کی دلیل ہے اور اس موضوع پر کتاب وسنت میں بہت سا مواد موجود ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کی جملہ نشانیوں میں سے ایک نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حکمت والا ہے کائنات میں اس کی یہ سنت وعادت جاری و ساری ہے کہ ایمان صرف اسی وقت فائدہ دیتا ہے جبکہ وہ اختیاری ہو اضطراری نہ ہو۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔ نیز یہ کہ انسان کا اکتساب خیر ایمان ہی کے ساتھ فائدہ مند ہے نیکی، تقویٰ وغیرہ اسی وقت فائدہ دیتے ہیں اور نشوونما پاتے ہیں جب بندے کے دامن میں سرمایہ ایمان بھی ہو۔ جب قلب ایمان سے خالی ہو تو بندے کو کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شٰىعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِىْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَا

بے شک وہ لوگ جنہوں نے تفرقہ بازی کی اپنے دین میں اور ہو گئے وہ گروہ گروہ، نہیں ہیں آپ ان سے کسی چیز میں یقیناً

اَمْرُهُمْ ۭ اِلٰى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مِّنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ

ان کا معاملہ اللہ کی طرف ہے پھر وہ خبر دے گا انہیں اس چیز کی جو تھے وہ کرتے ۝ جو شخص لائے گا ایک نیکی

فَلَهُ عَشْرٌ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى

تو اس کے لیے دس گنا (ثواب) ہے اس کا اور جو شخص لائے گا ایک برائی تو نہیں سزا دیا جائے گا وہ

إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾

مگر مثل اسی کے اور وہ نہیں ظلم کئے جائیں گے ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں کو وعید سناتا ہے جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے فرقوں میں بٹ گئے اور ہر ایک نے اپنا ایک نام رکھ لیا جو انسان کے لیے اس کے دین میں کوئی کام نہیں آتا۔ جیسے یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت وغیرہ۔ یا اس سے انسان کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی، جیسے وہ شریعت میں سے کسی ایک چیز کو اخذ کر کے اس کو دین بنا لے اور اس جیسی یا اس سے کسی افضل چیز کو چھوڑ دے جیسا کہ اہل بدعت اور ان گمراہ فرقوں کا حال ہے جنہوں نے امت سے الگ راستہ اختیار کر لیا ہے۔

آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دین اجتماعیت اور اکٹھے رہنے کا حکم دیتا ہے اور تفرقہ بازی اور اہل دین میں اور تمام اصولی و فروعی مسائل میں اختلاف پیدا کرنے سے روکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا آپ ان لوگوں سے براءت کا اظہار کریں جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا۔ ﴿لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ ”ان سے آپ کو کچھ کام نہیں۔“ یعنی آپ ﷺ ان میں سے ہیں نہ وہ آپ میں سے۔ کیونکہ انہوں نے آپ کی مخالفت کی اور آپ سے عناد رکھا۔ ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ﴾ ”ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔“ یعنی ان کو اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ ﴿ثُمَّ يَنْتَظِمُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ ”پھر وہ (اللہ) ان کو ان کے افعال سے آگاہ کرے گا۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے جزا کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ﴾ ”جو کوئی نیکی لے کر آئے گا۔“ یعنی جو کوئی حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق قوی، فعلی، ظاہری اور باطنی نیکی لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتا ہے ﴿فَلَهُ عَشْرُ أَثَرٍ﴾ ”تو اس کے لیے اس کا دس گنا ہے“ نیکیوں کو کوئی گنا کرنے کے ضمن میں یہ کم ترین جزا ہے ﴿وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا﴾ ”اور جو کوئی لاتا ہے ایک برائی سو سز پائے گا اسی کے برابر“ یہ اللہ تعالیٰ کا کامل عدل و احسان ہے۔ اور وہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔ بنا بریں فرمایا ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ ”ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

قُلْ إِنِّي هَدَيْتُ رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قَبِيماً مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ

کہہ دیجئے! بلاشبہ میں ہدایت دی مجھے میرے رب نے طرف صراطِ مستقیم کی (یعنی) دینِ صحیح کی جو طریقہ ہے ابراہیم کا

حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾ قُلْ إِن صِلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ

اس حال میں کہ وہ رب کا پرستار تھا اور نہیں تھا وہ مشرکوں میں سے ۝ کہہ دیجئے! یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی

وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ

اور میری موت (سب) اللہ رب العالمین کیلئے ہے ۝ نہیں کوئی شریک اس کا اور اسی کا حکم دیا گیا ہوں میں اور میں سب سے پہلا

الْمُسْلِمِينَ ۝ قُلْ أَغَيَّرَ اللَّهُ أَبْغَىٰ رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ

مسلمان ہوں ۝ کہہ دیجئے! کیا سوائے اللہ کے تلاش کروں میں رب؟ جب کہ وہی ہے رب ہر چیز کا اور نہیں کما

كُلِّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ

کوئی جان (گناہ) مگر اسی پر ہے (وہاں) اور نہیں اٹھائے گی کوئی (جان) جو بوجھ اٹھانے والی ہو دوسری (جان) کا پھر طرف تمہارے رب کی واپسی ہے تمہاری

فَيَنْبِئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ

پس وہ خبر دے گا تمہیں ساتھ اس چیز کے کہ تم اس میں اختلاف کرتے ۝ اور وہی ہے جس نے بنایا تمہیں جانشین زمین میں

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ

اور بلند کیا تمہارے ایک کو دوسرے پر درجات میں تاکہ آزمائے وہ تمہیں ان (نعمتوں) میں جو اس نے تمہیں دیں بیشک آپ کا رب جلد

الْعِقَابِ ۚ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ البتہ بہت بخشنے والا مہربان ہے ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ وہ جس راہ ہدایت اور صراط مستقیم پر گامزن ہیں اس کے بارے میں اعلان کر دیں یعنی معتدل دین کا جو عقائد نافعہ اعمال صالحہ ہر اچھی بات کے حکم اور ہر بری بات سے ممانعت کو متضمن ہے۔ یہ وہ دین ہے جس پر تمام انبیاء و مرسلین عمل پیرا رہے جو خاص طور پر امام الحنفیہ بعد میں مبعوث ہونے والے تمام انبیاء و مرسلین کے باپ اور اللہ رحمٰن کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا۔ یہی وہ دین حنیف ہے جو تمام اہل انحراف مثلاً یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے ادیان باطلہ سے روگردانی کو متضمن ہے۔

یہ عمومی ذکر ہے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے افضل ترین عبادت کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي﴾ کہہ دیجیے کہ میری نماز اور میری قربانی۔ ان دو عبادات کا ذکر ان کے فضل و شرف اور اس بنا پر کیا ہے کہ یہ دونوں عبادات اللہ تعالیٰ سے محبت دین کو اس کے لیے خالص کرنے، قلب و لسان، جوارح اور قربانی کے ذریعے سے اس کے تقرب کے حصول پر دلالت کرتی ہیں اور قربانی سے مراد ہے کہ مال وغیرہ کو جو نفس کو محبوب ہے اس ہستی کے لیے خرچ کرنا جو اس کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ۔ جس نے اپنی نماز اور قربانی کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا تو یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ اس نے اپنے تمام اعمال و اقوال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا۔

﴿وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي﴾ اور میرا جینا اور میرا مرنا۔ یعنی میں جو کچھ اپنی زندگی میں کرتا ہوں اللہ تعالیٰ جو کچھ میرے ساتھ کرتا ہے اور زمانہ موت میں اللہ تعالیٰ میرے لیے جو کچھ مقدر کرے گا ﴿يَلَهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ لا شریک لہ۔ سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ عبادت میں اس کا کوئی شریک ہے نہ اقتدار اور تدبیر میں، اللہ تبارک و تعالیٰ کے

لیے یہ اخلاص کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں جو میں نے خود گھڑی ہو بلکہ ﴿وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ﴾ اور مجھے اسی (اخلاص) کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی حتمی حکم۔ اور اس حکم کی تعمیل کے بغیر میں اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا ﴿وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ اور میں سب سے اول فرماں بردار ہوں۔ یعنی اس امت میں پہلا مسلمان ہوں۔ ﴿قُلْ اَعٰیذُ بِاللّٰهِ﴾ کہہ دیجئے کیا اب میں اللہ کے سوا، یعنی مخلوق میں سے ﴿اَبِغٰی رَبِّیَّ﴾ تلاش کروں کوئی رب؟ کیا یہ میرے لیے اچھا اور میرے لائق ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا رب اور مدد بر بنا لوں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب ہے اور تمام مخلوق اس کی ربوبیت کے تحت داخل اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے۔ پس مجھ پر اور دیگر لوگوں پر یہ بات واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کریں اور اس پر راضی رہیں۔ محتاج عاجز اور مر بوب مخلوق میں سے کسی کو رب نہ بنائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ جزا و سزا کی ترغیب و ترہیب کے لیے فرماتا ہے ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ﴾ اور جو کوئی جو کماتا ہے، یعنی ہر شخص خیر و شر کا جو ارتکاب کرتا ہے ﴿اِلَّا عَلَیْهَا﴾ اس کی جزا و سزا صرف اسی کے لیے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلِیْهَا﴾ (حم السجدہ: ۴۱/۴۶) ”جو کوئی نیک کام کرتا ہے اس کی جزا اسی کے لیے ہے اور جو برا کام کرتا ہے اس کا وبال اسی پر ہے۔“

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی﴾ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا“ بلکہ ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی گمراہی اور اس کے گناہ کا سبب بنا تو اسے سبب بننے کے گناہ کا بوجھ اٹھانا ہوگا اور گناہ کا ارتکاب کرنے والے کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ ﴿ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مُّرجِعُكُمْ﴾ پھر تمہارے رب کے پاس ہی سب کو لوٹ کر جانا ہے، یعنی قیامت کے روز ﴿فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ تو جن جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے وہ تم کو بتائے گا۔ یعنی خیر و شر میں جو تم اختلاف کرتے ہو اس کے بارے میں تمہیں آگاہ کرے گا اور تمہیں اس کی پوری پوری جزا دے گا۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلْفَ الْاَرْضِ﴾ اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا۔ یعنی تم ایک دوسرے کے جانشین بنتے ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا اور زمین کی تمام موجودات کو تمہارے لیے مسخر کر کے تمہیں آزمایا تاکہ وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ ﴿وَرَفَعَ بَعْضُکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾ اور بلند کیا اس نے تمہیں درجوں میں ایک کو ایک پر، یعنی قوت عافیت رزق خلقت اور خلق میں ایک دوسرے پر فوقیت عطا کی ﴿لَیَبْلُوْکُمْ فِیْ مَا اَنْتُمْکُمْ﴾ تاکہ تمہیں آزمائے وہ ان چیزوں میں جو اس نے تمہیں دیں۔ پس تمہارے اعمال ایک دوسرے سے متفاوت ہیں ﴿اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ﴾ تمہارا رب ان لوگوں کو بہت جلد سزا دینے والا ہے۔ ان کو جو اس کی نافرمانی اور اس کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں ﴿وَ اِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو اس پر ایمان لاتے ہیں نیک عمل کرتے ہیں اور مہلک گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔

تَفْسِيْرُ سُورَةِ الْاَعْرَافِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شرعی) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْاَعْرَافِ
(۱۴۱ آیتیں)آیت نمبر ۲۰۶
ذُکُوعَاتُهَا ۲۴

الْمَصِّ ۱ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهِ وَذِكْرٰى
 لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (یہ) کتاب اتاری گئی ہے آپ کی طرف پس نہ ہو آپ کے سینے میں تنگی اس سے تاکہ ڈرائیں آپ اسے ذریعے اور نصیحت ہے
 لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاۡءَ
 مومنوں کیلئے ۝ تم پیروی کرو اس چیز کی جو اتاری گئی ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اور نہ پیروی کرو تم اس کے سوا (اور) دوستوں کی
 قَلِيْلًا مَّا تَذْكُرُوْنَ ۝ وَاَكْثَرُ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بِاسْنَابِكَاۡتَا اَوْ هُمْ
 بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو تم ۝ اور بہت سی بستیوں ہیں کہ ہلاک کر دیا ہم نے انکو پس آیا انکے پاس ہمارا عذاب رات کو یا جب کہ وہ
 قَالُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اِنَّا كُنَّا
 دو پہر کو آرام کر رہے تھے ۝ پھر نہ تھی ان کی پکار جب آ گیا ان کے پاس ہمارا عذاب مگر یہ کہ کہا انہوں نے! بلاشبہ ہم ہی تھے
 ظٰلِمِيْنَ ۝ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝
 ظالم ۝ پس ہم پوچھیں گے ان لوگوں سے کہ بھیجے گئے ان کی طرف (رسول) اور ضرور پوچھیں گے ہم بھیجے گئے (رسولوں) سے ۝
 فَلَنَقْصُصَنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غٰثِبِيْنَ ۝
 پھر ہم بیان کریں گے (سب کچھ) ان پر ساتھ علم کے اور نہ تھے ہم غائب ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ سے قرآن کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿كِتٰبٌ
 اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ ”یہ کتاب اتاری گئی ہے آپ پر“ یعنی یہ نہایت جلیل القدر کتاب جو ان امور پر مشتمل ہے جن کے
 بندے محتاج ہیں اور اس میں تمام مطالب الہیہ اور مقاصد شرعیہ محکم اور مفصل طور پر موجود ہیں ﴿فَلَا يَكُنْ فِيْ
 صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ﴾ ”پس آپ کا سینہ اس (کے پہنچانے) سے تنگ نہ ہو“ یعنی آپ کے دل میں کوئی تنگی اور شک و
 شبہ نہ ہو۔ تاکہ آپ جان لیں کہ یہ حکمت والی اور قابل تعریف ہستی کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے اور
 سب سے سچا کلام ہے۔ ﴿لَا يَاتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾ (حم السجدة: ۴۲/۴۱)
 ”باطل اس کے آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے“۔ اس لیے آپ کے سینے کو کشادہ اور آپ کے دل کو مطمئن ہونا
 چاہئے۔ پس آپ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو کھول کر بیان کیجئے اور کسی کی ملامت اور مخالفت سے نہ ڈریئے۔
 ﴿لِتُنْذِرَ بِهِ﴾ ”تاکہ آپ اس کے ذریعے سے (لوگوں کو) ڈرائیں“۔ اس کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو

ڈرایے اور ان کو وعظ و نصیحت کیجئے۔ پس اس طرح معاندین حق پر حجت قائم ہو جائے گی۔ ﴿وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ اور اہل ایمان کے لیے یاد دہانی ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَذِكْرٌ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الذاریات: ۵۵/۵۶) ”نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔“ اہل ایمان کو اس کے ذریعے سے صراطِ مستقیم، ظاہری اور باطنی اعمال کی یاد دہانی ہوگی اور ان امور کے بارے میں بھی یاد دہانی ہوگی جو بندے اور اس کے سلوک کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندوں کو اپنی کتاب کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ﴾ ”پیروی کرو اس چیز کی جو اتاری گئی تمہاری طرف“ یعنی اس کتاب کی جو میں تمہاری خاطر نازل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں ﴿مِنْ رَبِّكُمْ﴾ ”تمہارے رب کی طرف سے“ جو تمہاری تربیت کی تکمیل چاہتا ہے اس مقصد کے لیے اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی، اگر تم اس کتاب کی پیروی کرو گے تو تمہاری تربیت مکمل ہو جائے گی، تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت پوری ہو جائے گی اور تمہیں بہترین اور بلند ترین اعمال کی طرف راہنمائی نصیب ہوگی۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو۔“ یعنی تم اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو دوست نہ بناؤ، جن کی خواہشات کی تم پیروی کرو اور ان کی خاطر تم حق کو چھوڑ دو ﴿قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ ”تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو“ اگر تم نصیحت حاصل کر لیتے اور مصلحت کو پہچان لیتے تو تم ضرر رساں چیز کو نفع بخش چیز پر اور دشمن کو دوست پر کبھی ترجیح نہ دیتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان سزاؤں سے ڈرایا ہے جو اس نے ان قوموں کو دیں جنہوں نے اپنے رسولوں اور ان کی دعوت کو جھٹلایا۔ پس وہ ان کی مشابہت اختیار نہ کریں۔

﴿وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا﴾ ”اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں“ پس آیا ان کے پاس ہمارا عذاب“ یعنی ہمارا سخت عذاب ان پر نازل ہوا ﴿بَيِّنَاتٍ أَوْ هُمْ قَائِلُونَ﴾ ”راتوں رات یاد دہیہر کو سوتے ہوئے“ یعنی ہمارا عذاب ان کی غفلت کی حالت میں نازل ہوا۔ جبکہ وہ خواب غفلت کے مزے لے رہے تھے اور ہلاکت کا ان کے دل میں کبھی خیال بھی نہ آیا ہوگا۔ جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو وہ اپنے آپ کو عذاب سے نہ بچا سکے اور ان کے وہ معبود بھی ان کے کوئی کام نہ آ سکے جن سے انہیں بڑی امیدیں تھیں اور وہ جن گناہوں اور ظلم کا ارتکاب کیا کرتے تھے انہوں نے ان پر نکیر بھی نہیں کی۔

﴿فَمَا كَانَ دَعْوُهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ﴾ ”جب ان کو ہمارے عذاب نے آیا تو ان کی پکار اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ بے شک ہم ظالم تھے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَكَمْ قَصَبْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ﴾ ○ فَلَمَّا أَحْسَوْا بِبَأْسِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ○ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسْكِنُكُمْ عَلَيْكُمْ تُشْكُونُ ○ قَالُوا يَٰوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ○

فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّى جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خِلْدَيْنَ ﴿﴾ (الانبیاء: ۱۱۲-۱۵) ”کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر ڈالا جو ظالم تھیں اور ان کے بعد دوسرے لوگوں کو پیدا کیا۔ پس جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو لگے اس سے بھاگنے۔ اب نہ بھاگو۔ ان نعمتوں کی طرف لوٹو جن کے تم مزے لوٹا کرتے تھے اور اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ۔ شاید تم سے پوچھا جائے کہ بے ہائے ہماری ہلاکت! بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ وہ اس طرح پکارتے رہے اور ہم نے انہیں کھیتی کی طرح کاٹ کر ڈھیر کر دیا۔“

﴿فَلَنَسْتَأَنَّ الَّذِينَ ارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ﴾ ”ہم ان قوموں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف ہم نے انبیاء و مرسلین کو مبعوث کیا تھا“ کہ انہوں نے اپنے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔ ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ﴾ (القصص: ۶۵/۲۸) ”اور جس روز وہ (اللہ) انہیں پکار کر کہے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟“ ﴿وَلَنَسْتَأَنَّ الْمُرْسَلِينَ﴾ ”اور ہم رسولوں سے بھی پوچھیں گے۔“ یعنی ہم رسولوں سے ان کے رب کے پیغام کو پہنچانے کے بارے میں ضرور پوچھیں گے اور یہ بھی ضرور پوچھیں گے کہ ان کی امتوں نے کیا جواب دیا۔ ﴿فَلَنَقْضَنَّ عَلَيْهِمْ﴾ ”پھر ہم ان کے حالات بیان کریں گے۔“ یعنی ہم تمام مخلوق کو بتائیں گے کہ وہ کیا عمل کرتے رہے تھے ﴿بِعِلْمٍ﴾ ”اپنے علم سے“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ان کو ان کے اعمال کے بارے میں بتائے گا ﴿وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ﴾ ”ہم کسی بھی وقت غیر موجود نہ تھے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنُصُوهُ﴾ (المجادلہ ۶۱/۵۸) ”اللہ نے ان کے تمام اعمال کو محفوظ رکھا ہے اور وہ بھول گئے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ﴾ (المؤمنون: ۱۷/۲۳) ”ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور ہم خلقت سے غافل نہیں ہیں۔“

وَالْوِزْنُ يُوْصَىٰ الْحَقُّ ۖ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۖ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ ۖ بَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۝۹

اور (اعمال کا) وزن اس دن حق ہے پھر جو شخص کہ بھاری ہوگئی میزان اس (کے نیک اعمال) کی تو وہی لوگ ہیں کامیاب ۝ اور جو شخص کہ

خفّت مَوَازِينُهُ ۖ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ ۖ بَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۝۹

ہلکی ہوگئی میزان اسکی تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو بوجہ اسکے کہ تھے وہ ہماری آیتوں کیساتھ بے انصافی کرتے ۝

پھر اعمال کی جزا بیان فرمائی۔ یعنی قیامت کے روز اعمال کا وزن عدل و انصاف کے ساتھ کیا جائے گا۔ کسی بھی لحاظ سے کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ﴾ ”تو جن لوگوں کے وزن بھاری ہوں گے۔“ یعنی جن کی نیکیوں کا پلڑا ابراہیموں کے پلڑے سے بھاری ہوگا ﴿فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ”تو وہی نجات پانے والے ہوں گے۔“ یہی لوگ ہیں جو ناپسندیدہ امور سے نجات حاصل کریں گے اور اپنے محبوب امور کو پالیں گے جن کو بہت بڑا نفع اور دائمی سعادت حاصل ہوگی ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ﴾ ”اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے۔“ یعنی جن کی برائیوں کا پلڑا بھاری ہوا ان کا معاملہ اس کے مطابق ہوگا ﴿فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ﴾ ”پس یہی وہ لوگ

ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا، کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے محروم ہو کر دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے ﴿يَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلُمُونَ﴾ اس واسطے کہ ہماری آیتوں کے بارے میں بے انصافی کرتے تھے، یعنی ان آیات کریمہ کی اطاعت جس طرح کرنا ان پر واجب تھی انہوں نے نہیں کی۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشٌ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ١٥

اور البتہ تحقیق قدرت دی ہم نے تمہیں زمین میں اور بنادیے ہم نے تمہارے لیے اس میں اسباب گزران بہت ہی کم تم شکر کرتے ہو

اللہ تبارک و تعالیٰ معاش و مسکن کا ذکر کرتے ہوئے اپنے بندوں پر احسان جتلاتا ہے ﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ اور ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانا مہیا کیا، جس سے تم زمین میں گھر بناتے ہو کھیتی باڑی کرتے ہو اور بعض دیگر وجوہ سے اس سے استفادہ کرتے ہو ﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشٌ﴾ اور مقرر کر دیں ہم نے اس میں تمہارے لیے روزیاں، تمام معاش کا دار و مدار ان چیزوں پر ہے جو درختوں، نباتات، معدنیات، مختلف قسم کی صنعتوں اور تجارت سے ہوتی ہیں۔ وہی ہے جس نے تمہیں یہ تمام چیزیں مہیا کیں اور مختلف اسباب کو تمہارے لیے مسخر کیا ﴿قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾ (مگر) تم ہی شکر کرتے ہو، یعنی تم اللہ تعالیٰ کا بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو، جس نے انواع و اقسام کی نعمتوں سے تمہیں نواز اور مختلف مصائب کو تم سے دور کیا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا ١٦

اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے تمہیں پھر صورتیں بنائیں ہم نے تمہاری پھر کہا ہم نے فرشتوں سے سجدہ کرو تم آدم کو پس سجدہ کیا انہوں نے

إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّٰجِدِينَ ١٦ قَالَ مَا مَنَعَكَ إِلَّا تَسْجُدَ إِذْ

سوائے ابلیس کے نہ ہوا وہ سجدہ کرنے والوں میں سے ○ کہا (اللہ نے) اس چیز نے منع کیا تجھے اس سے کہ تو سجدہ کرے جب کہ

أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ١٧ قَالَ

میں نے حکم دیا تھا تجھ کو؟ اس نے کہا میں بہتر ہوں اس سے پیدا کیا تو نے مجھے آگ سے اور پیدا کیا تو نے اس کوٹی سے ○ فرمایا

فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّٰغِرِينَ ١٧

پس اتر تو اس (آسمان) سے پس نہیں لائق تھا واسطے تیرے یہ کہ تکبر کرے تو اس میں سونکل جا تو بلاشبہ تو ذلیلوں میں سے ہے ○

قَالَ أَنُظَرُ إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ١٨ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ١٨

اس نے کہا! مہلت دے تو مجھے اس دن تک کہ وہ اٹھائے جائیں گے ○ کہا اللہ نے! تو مہلت دیے گئے (لوگوں) میں سے ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ بنی آدم سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ﴾ اور ہم نے تمہیں پیدا کیا، یعنی تمہارے جدا جدا آدم کی اصل اور اس کے مادے کی تخلیق کی، جس سے تم سب پیدا کئے گئے ﴿ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ﴾ پھر تمہاری صورت شکل بنائی۔ پھر ہم نے تمہیں بہترین صورت اور بہترین قامت عطا کی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے

آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے جس سے اس کی باطنی صورت کی تکمیل ہوئی، پھر با عزت فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کے اکرام و احترام اور اس کی فضیلت کے اعتراف کے طور پر اسے سجدہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی ﴿فَسَجَدُوا﴾ ”پس انہوں نے سجدہ کیا۔“ یعنی تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ﴿اِلَّا ابْلِسَ﴾ مگر ابلیس نے تکبر اور خود پسندی کی بنا پر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو زبردستی کر کے ہونے فرمایا ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ﴾ ”تجھ کو کیا مانع تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا؟“ جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا، میں نے اسے وہ شرف اور فضیلت عطا کی جو کسی اور کو عطا نہیں کی، تو نے میرے حکم کی نافرمانی کر کے میری اہانت اور تحقیر کا ارتکاب کیا ﴿قَالَ﴾ ابلیس نے اپنے رب کی مخالفت کرتے ہوئے کہا: ﴿اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ﴾ ”میں اس سے بہتر ہوں“ پھر اس نے اپنے اس باطل دعوے کی دلیل دیتے ہوئے کہا: ﴿خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾ ”تو نے مجھے آگ سے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے“ اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ وہ مخلوق جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اس مخلوق سے افضل ہو جس کی تخلیق مٹی سے ہے۔ کیونکہ آگ مٹی پر غالب ہے اور اوپر اٹھ سکتی ہے۔

شیطان کا یہ قیاس فاسد ترین قیاس ہے کیونکہ یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے۔

- (۱) یہ قیاس اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مقابلے میں ہے کہ آدم کو سجدہ کیا جائے اور جب قیاس نص سے معارض ہو تو وہ باطل ہے۔ کیونکہ قیاس کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ جس معاملے میں نص موجود نہ ہو اس کا حکم منصوص علیہ امور کے احکام کے بالکل قریب اور ان کے تابع ہو۔ رہا وہ قیاس جو منصوص علیہ احکام کے معارض ہو اور اس کو معتبر قرار دینے سے نصوص کا لغو ہونا لازم آتا ہو تو یہ قیاس بدترین قیاس ہے۔
- (۲) ابلیس کا مجرد یہ کہنا (اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ) ”میں اس (آدم) سے بہتر ہوں“ ابلیس خبیث کے نقص کے لیے کافی ہے۔ اس نے اپنے نقص پر اپنی خود پسندی، تکبر اور بلا علم اللہ تعالیٰ کی طرف قول منسوب کرنے کو دلیل بنایا اس سے بڑا اور کون سا نقص ہو سکتا ہے؟

- (۳) ابلیس نے آگ کو مٹی اور گارے کے مادہ پر فوقیت دے کر جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ مٹی کے مادے میں خشوع، سکون اور سنجیدگی ہے۔ اس مٹی ہی سے زمین کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ مثلاً مختلف انواع و اجناس کے درخت اور نباتات وغیرہ۔ اس کے برعکس آگ میں خفت، طیش اور جلانے کی خاصیت ہے۔ اسی لیے شیطان نے اس قسم کے افعال کا ارتکاب کیا اور اسی لیے وہ بلند ترین درجات سے گر کر اسفل السافلین کی سطح پر جا پہنچا۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَاهْبِطْ مِنْهَا﴾ ”تو اس سے اتر جا۔“ یعنی جنت سے اتر جا ﴿فَمَا يَكُونُ

لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا ﴿١٤﴾ ”تیرے یہ شایاں نہیں کہ تو یہاں (جنت میں) رہ کر تکبر کرے“ کیونکہ یہ طیب اور طاہر لوگوں کا گھر ہے پس یہ جنت اللہ تعالیٰ کی بدترین اور خبیث ترین مخلوق کے لائق نہیں۔ ﴿فَاَخْرِجْ اِنَّكَ مِنَ الصَّغِيْرِيْنَ﴾ ”پس نکل جا تو ذلیل ہے۔“ یعنی تو حقیر ترین اور ذلیل ترین مخلوق ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے تکبر اور خود پسندی پر اہانت اور ذلت کی سزا دی۔ جب اللہ کے دشمن نے اللہ تعالیٰ کے سامنے آدم اور اولاد آدم کے ساتھ عداوت کا اعلان کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کے لیے مہلت مانگی تاکہ وہ مقدور بھر اولاد آدم کو گمراہ کر سکے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے بندوں کو آزمائش اور امتحان میں مبتلا کرے تاکہ سچے اور جھوٹے کے درمیان امتیاز ہو جائے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے کہ کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور کون اس کے دشمن کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو مہلت دے دی اور فرمایا: ﴿اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾ ”تجھ کو مہلت دی گئی“

قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاقُعدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ لَا تِيْنَهُمْ

اس نے کہا پس بوجہ اس کے گمراہ کیا تو نے مجھے ضرور بیٹھوں گا میں ان (کو گمراہ کرنے) کیلئے تیرے سیدھے راستے پر ○ پھر ضرور آؤں گا میں ان کے پاس

مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ط

ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿١٦﴾

اور نہیں پائے گا تو ان کی اکثریت کو شکر گزار ○

جب ابلیس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا تو کہنے لگا: ﴿قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاقُعدَنَّ لَهُمْ﴾ ”جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کے لیے“ یعنی مخلوق کے لیے ﴿صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ ”تیرے سیدھے راستے پر“۔ اور لوگوں کو اس راستے سے روکنے اور اس پر چلنے سے منع کرنے کی بھرپور کوشش کروں گا۔ ﴿ثُمَّ لَا تِيْنَهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ﴾ ”پھر میں ان پر آؤں گا ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے“ یعنی میں تمام جہات اور تمام اطراف سے ان پر حملہ آور ہوں گا اور ہر طریقے سے جہاں کہیں سے بھی مجھے ان سے اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیابی حاصل ہوگی۔ جب شیطان خبیث کو معلوم ہو گیا کہ اولاد آدم بہت کمزور ہے ان میں سے بہت سے لوگوں پر بسا اوقات غفلت غالب آ جاتی ہے تو اس نے ان کو گمراہ کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا اور اس کا گمان سچ نکلا اس لیے کہنے لگا: ﴿وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴾ ”اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا“ کیونکہ شکر گزاری بھی صراط مستقیم پر چلنے ہی کا حصہ ہے اور شیطان ان کو اس راستے پر گامزن ہونے سے روکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهُ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (فاطر: ۶۱۳۵) ”وہ تو اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ جہنم والے بن

جائیں۔“ شیطان نے جو کچھ کہا اور اپنے فعل کے عزم کا اظہار کیا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس پر محض اس لیے متنبہ فرمایا ہے تاکہ ہم اپنے دشمن سے بچتے رہیں اور اس کے مقابلے کے لیے پوری طرح تیار رہیں اور ان راستوں اور داخل ہونے کے ان مقامات کی معرفت حاصل کر کے جہاں سے وہ حملہ آور ہوتا ہے اپنی حفاظت کر سکیں۔ پس یہ خبر دے کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی نعمت کامل سے نوازا ہے۔

قَالَ اخْرِجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ

کہا اللہ نے اُنکل جا اس سے حقیر اور دھتکارا ہوا البتہ جو پیروی کرے گا تیری ان میں سے تو ضرور بھروسہ گا میں

جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْعَلِينَ ۝۱۸

جہنم کو تم سب سے ۝

یعنی ابلیس نے جو کچھ کہا اس کے جواب میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَخْرِجْ مِنْهَا﴾ ”اُنکل یہاں سے“ یعنی ذلت و خواری کے ساتھ نکلتا۔ اس سے عزت و اکرام کے ساتھ نکلتا مراد نہیں ﴿مَذْءُومًا﴾ بلکہ مذمت کے ساتھ نکلتا مراد ہے ﴿مَدْحُورًا﴾ ”مردود ہو کر“ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی رحمت اور ہر بھلائی سے دور ﴿لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ﴾ ”میں تم سے جہنم کو بھردوں گا۔“ یعنی میں جہنم کو تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے بھردوں گا ﴿أَجْعَلِينَ﴾ ”تم سب سے“ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے قسم ہے کہ جہنم نافرمانوں کا ٹھکانا ہے وہ لازمی طور جہنم کو ابلیس اور اس کے جن اور انسان پیروکاروں سے بھر دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کو ابلیس کے شر اور فتنے سے ڈراتے ہوئے فرمایا:

وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ

اور اے آدم! رہ تو اور تیری بیوی جنت میں اور کھاؤ جہاں سے چاہو تم دونوں اور مت قریب جانا تم دونوں اس

الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝۱۹ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا

درخت کے کہ ہو جاؤ گے تم ظالموں میں سے ۝ پس وسوسہ ڈالا ان دونوں (کو بہکانے) کیلئے شیطان نے تاکہ ظاہر کر دے وہ ان کیلئے

مَا وَرَى عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِيهْمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ

جو کہ چھپائی گئی تھیں ان سے شرم گاہیں ان کی اور کہا (شیطان نے) نہیں روکا تم دونوں کو تمہارے رب نے اس درخت سے

إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ۝۲۰ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا

مگر (اس لیے) کہ کہیں ہو جاؤ تم فرشتے یا ہو جاؤ تم ہمیشہ رہنے والوں میں سے ۝ اور قسم کھائی اس نے ان کے سامنے کہ میں تم دونوں کیلئے

لَكُمْ النَّصِيحِينَ ۝۲۱ فَدَلَّهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوَاتِيهُمَا

خیر خواہوں میں سے ہوں ۝ پس پھسلا دیا (شیطان نے) انکو دھوکے سے پھر جب چکھائے انہوں نے اس درخت سے تو ظاہر ہو گئیں ان کیلئے شرم گاہیں انکی

وَطَفِقًا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا اَلَمْ اَنْهَكُمَا

اور گئے وہ چپکائے اوپر اپنے پتے جنت کے (سبز ڈھانکنے کے لیے) اور آواز دی انکو انکے رب نے کیا نہیں روکا تھا میں نے تمہیں

عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ ۚ وَاَقْلُ لَكُمْ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٢٣﴾ قَالَا رَبَّنَا

اس درخت سے؟ اور (نہیں) کہا تھا میں نے تمہیں کہ شیطان تم دونوں کا دشمن ہے کھلا؟ ۝ کہا انہوں نے اے ہمارے رب!

ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا سَكَنَةً وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٤﴾

ظلم کیا ہم نے اپنے آپ پر اور اگر نہ بخشا تو نے ہمیں اور (نہ) رحم کیا تو نے ہم پر تو ہو جائیں گے ہم خسارہ پانے والوں میں سے ۝

یعنی اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو سکون کے لیے عطا فرمائی تھی حکم دیا

کہ وہ جنت میں جہاں سے جو جی میں آئے کھائیں اور جنت سے متمتع ہوں البتہ اللہ تعالیٰ نے ایک معین درخت کا

پھل کھانے سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس چیز کا درخت تھا؟ اس درخت کے تعین میں ہمارے

لیے کوئی فائدہ نہیں۔ اس درخت کا پھل کھانے کی تحریم پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے ﴿فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾

”تم دونوں گناہ گاروں میں سے ہو جاؤ گے“ آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی پابندی کی یہاں

تک کہ ان کا دشمن ابلیس اپنے مکر و فریب سے ان کے پاس گھس آیا اور اس نے ان کے دل میں دوسوہ ڈالا ان کو فریب

میں مبتلا کر دیا اور ان کے سامنے بناوٹ سے کام لیتے ہوئے کہنے لگا: ﴿مَا نَهَكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ

اِلَّا اَنْ تَكُوْنَا مَلَكِيْنَ﴾ ”تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لیے کہ کہیں تم ہو جاؤ فرشتے“

یعنی فرشتوں کی جنس میں سے ﴿اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ﴾ ”یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والوں میں سے“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے ایک دوسری آیت میں اس کا قول ذکر فرمایا: ﴿هَلْ اَدْرَاكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ﴾

(طلہ: ۱۲۰/۱۲۱) ”کیا میں تجھے ایسا درخت بتاؤں جس کا پھل ہمیشہ کی زندگی عطا کرے اور ایسا اقتدار جو کبھی زائل نہ ہو۔“

یہ سب کچھ کہنے کے ساتھ ساتھ اس نے اللہ کی قسم کھاتے ہوئے کہا: ﴿اِنِّي لَكُمْ لَيِّنٌ نَّصِيْحِيْنَ﴾ ”میں تو تمہارا

خیر خواہ ہوں۔“ یعنی میں نے جو کچھ کہا ہے اس میں تمہاری خیر خواہی کرنے والا ہوں۔ پس آدم علیہ السلام شیطان کے

دھوکے میں آ گئے اور اس حال میں عقل پر شہوت نفس غالب آ گئی۔ ﴿فَدَلٰهُمَا﴾ ”پس نیچے لے آیا ان دونوں کو“

یعنی شیطان نے آدم و حوا علیہما السلام کو ان کے بلند مرتبے سے جو کہ گناہوں سے دوری پر مبنی تھا اتار کر نافرمانی کی گندگی میں

لتھیر دیا اور انہوں نے آگے بڑھ کر اس شجر ممنوعہ کے پھل کو کھا لیا ﴿فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوَاتُهُمَا﴾

”پس جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو ان پر ان کی شرم گاہیں کھل گئیں“ یعنی دونوں کا ستر ظاہر ہو گیا اس سے

پہلے ان کا ستر چھپا ہوا تھا۔ پس اس حالت میں تقویٰ سے باطنی عریانی نے ظاہری لباس میں اپنا اثر دکھایا۔ حتیٰ کہ وہ

لباس اتر گیا اور ان کا ستر ظاہر ہو گیا اور جب ان پر ان کا ستر ظاہر ہوا تو وہ بہت شرمسار ہوئے اور جنت کے درختوں

کے پتوں سے اپنے ستر کو چھپانے لگے۔ ﴿وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا﴾ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جروتو بیخ کرتے ہوئے آواز دی ﴿أَلَمْ أَنهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلْتُ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ ”کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور تمہیں کہا نہیں تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے“ پھر تم نے اپنے دشمن کی اطاعت کر کے ممنوعہ کام کا ارتکاب کیوں کیا؟ پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر کے ان پر احسان کیا اور انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت طلب کرتے ہوئے عرض کیا ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَاهُ أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ”اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔“ یعنی ہم سے وہ گناہ سرزد ہو گیا جس سے تو نے ہمیں روکا تھا۔ ہم نے گناہ کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا اور اگر تو نے گناہ اور اس کی عقوبت کے آثار کو نہ مٹایا اور اس قسم کی خطاؤں سے توبہ قبول کر کے معافی کے ذریعے سے ہم پر رحم نہ کیا تو ہم نے سخت خسارے کا کام کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی ﴿وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى ۝ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَى﴾ (طہ: ۱۲۱، ۱۲۲) ”اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ سے بھٹک گیا۔ پھر اس کے رب نے اس پر نوازش کی اور اس پر توجہ فرمائی اور راہ نمائی کی“۔

یہ رو یہ آدم علیہ السلام کا تھا۔ مگر اس کے برعکس ابلیس اپنی سرکشی پر جمار ہا اور نافرمانی سے باز نہ آیا۔ پس جو کوئی آدم کی طرح اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے ندامت کے ساتھ مغفرت کا سوال کرتا ہے اور گناہ سے باز آ جاتا ہے تو اس کا رب اسے چن لیتا ہے اور سیدھی راہ پر ڈال دیتا ہے اور جو کوئی ابلیس کی طرح اپنے گناہ اور نافرمانی پر جم جاتا ہے اور اس کی نافرمانیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۲۳﴾
 کہا (اللہ نے) اترو تم ایک تمہارا دوسرے کا دشمن ہے اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانا اور فائدہ اٹھانا ہے ایک وقت (معین) تک ○
 یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا علیہم السلام کو جمع کے صیغے کے ساتھ مخاطب کر کے نیچے اترنے کا حکم دیا، کیونکہ ابلیس تو اس سے قبل اتارا جا چکا تھا، پھر سب زمین کی طرف اتارے گئے۔ آدم و حوا علیہم السلام کے ساتھ ابلیس کو بھی بتکرار حکم دیا گیا تا کہ معلوم ہو کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ہوں گے، کیونکہ ابلیس انسان سے کبھی جدا نہیں ہوتا بلکہ ہر وقت ساتھ رہتا ہے اور اولاد آدم کو گمراہ کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔

﴿بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ﴾ کا جملہ (اهْبِطُوا) کی ضمیر سے حال ہونے کی بنا پر نصب کے مقام پر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہم السلام اور شیطان سے کہا کہ سب جنت سے نکل کر زمین پر اتر جاؤ درآں حالیکہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو زمین پر تمہارا ٹھکانا ہے اس وقت تک جب تک تمہارا زمین میں رہنا مقدر ہے۔

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝۷ يٰۤاٰدَمُ قَدْ

فرمایا اسی (زمین) میں زندہ رہو گے تم اور اسی میں مرو گے تم اور اسی سے (روز قیامت) نکالے جاؤ گے ۝۷ اے بنی آدم! تحقیق
اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ
اتارا ہم نے تم پر ایسا لباس جو چھپاتا ہے تمہاری شرم گاہیں اور (اتارا) لباسِ زینت اور لباسِ تقویٰ کا یہ بہت بہتر ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۸

یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ (لوگ) نصیحت حاصل کریں ۝۸

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیوی اور ان کی اولاد کو زمین پر اتار دیا تو ان کو زمین کے اندر ان کے قیام کے احوال کے بارے میں آگاہ فرمایا کہ زمین کے اندر ان کے لیے ایک ایسی زندگی مقرر کر دی ہے جس کے تعاقب میں موت ہے جو ابتلاء و امتحان سے لبریز ہے۔ وہ اسی دنیا میں رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کی طرف اپنے رسول بھیجے گا ان پر کتاب نازل کرے گا۔ حتیٰ کہ ان پر موت آئے گی اور وہ اسی زمین میں دفن کر دیئے جائیں گے۔ پھر جب وہ اپنی مدت پوری کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ زندہ کرے گا اور اس دنیا سے نکال کر حقیقی گھر میں جو دائمی قیام کا گھر ہے داخل کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا کہ اس نے ان کو ضروری لباس مہیا فرمایا۔ وہ لباس جس سے خوبصورتی مقصود ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام اشیاء مثلاً کھانا پینا، سواری اور بیویاں وغیرہ عطا کیں۔ اس کی تکمیل کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دیگر ضروریات مہیا کیں اور ان پر واضح کر دیا کہ یہ سب کچھ بالذات مقصود نہیں ہے بلکہ یہ لباس اللہ تعالیٰ نے صرف اس لیے نازل کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں ان کا مددگار ثابت ہو۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ اور جو تقویٰ کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے۔ یعنی تقویٰ کا لباس حسی لباس سے بہتر ہے۔ کیونکہ لباسِ تقویٰ بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے کبھی پرانا اور بوسیدہ نہیں ہوتا اور لباسِ تقویٰ قلب و روح کا جمال ہے۔ رہا حسی اور ظاہری لباس تو اس کی انتہا یہ ہے کہ یہ ایک محدود وقت کے لیے ظاہری ستر کو ڈھانپتا ہے یا انسان کے لیے خوبصورتی کا باعث بنتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کا اور کوئی فائدہ نہیں۔ نیز فرض کیا یہ لباس موجود نہیں تب زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کا ظاہری ستر منکشف ہو جائے گا جس کا اضطراری حالت میں منکشف ہونا نقصان دہ نہیں اور اگر لباسِ تقویٰ معدوم ہو جائے تو باطنی ستر کھل جائے گا اور اسے رسوائی اور فضیحت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

﴿ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ غور کریں، یعنی یہ مذکورہ

لباس جس سے تم ایسی چیزوں کو یاد کرتے ہو جو تمہیں نفع و نقصان دیتی ہیں اور اس ظاہری لباس سے تم اپنے باطن کی ستر پوشی میں مدد لیتے ہو۔

يٰۤبَنِيَّ اَدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكَ الشَّيْطٰنُ كَمَا اَخْرَجَ اٰبَوَيْكَ مِنَ الْجَنَّةِ يٰۤنَزَعُ عَنْهُمَا

اے بنی آدم! نہ فتنے میں ڈال دے تمہیں شیطان جس طرح نکلوا تھا اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے جبکہ اتروا تھا وہ ان دونوں سے

لباسہما لِیَرِیْہِمَا سَوَاتِہِمَا ۚ اِنَّہٗ یُرِکْمُ ہُوَ وَ قَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا

ان کا لباس تاکہ دکھا دے ان کو شرم گاہیں ان کی یقیناً وہ دیکھتا ہے تمہیں وہ اور اس کا قبیلہ جہاں سے نہیں

تَرَوْہُمْ ۚ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیْطٰنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۲۵

دیکھتے تم ان کو یقیناً ہم نے بنا دیا شیطانوں کو دوست ان لوگوں کا جو نہیں ایمان لاتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اولاد آدم کو ڈراتا ہے کہ شیطان کہیں تمہارے ساتھ بھی وہی کچھ نہ کرے جو اس نے تمہارے جدا مجد آدم کے ساتھ کیا تھا چنانچہ فرماتا ہے: ﴿یٰۤبَنِيَّ اَدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكَ الشَّيْطَانُ﴾ اے آدم کی اولاد! نہ بہکائے تم کو شیطان، یعنی ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سامنے گناہ اور معاصی کو آراستہ کر کے تمہیں ان کی طرف بلائے اور ترغیب دے اور تم اس کی اطاعت کر لو ﴿کَمَا اَخْرَجَ اٰبَوَيْكَ مِنَ الْجَنَّةِ﴾ جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا یا اور انہیں بلند ترین مقام سے اتار کر فرو ترین مقام پر پہنچا دیا۔ پس اس سے بچو وہ تمہارے ساتھ بھی وہی کچھ کرنا چاہتا ہے وہ تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش میں ذرہ بھر کوتاہی نہیں کرتا جب تک کہ تمہیں فتنے میں مبتلا نہ کر دے۔ اس لیے تم اس سے اپنا بچاؤ کرتے رہو اور اس کے مقابلے میں زرہ بکتر پہنے رکھو اور جن راستوں سے داخل ہو کر وہ تم پر شب خون مارتا ہے ان راستوں سے غافل نہ رہو۔ ﴿اِنَّہٗ﴾ بے شک وہ دائی طور پر تمہاری نگرانی کرتا ہے ﴿یُرِکْمُ ہُوَ وَ قَبِیْلُہٗ﴾ وہ اور اس کے قبیلے کے شیاطین جن تمہیں اس مقام سے دیکھتے ہیں ﴿مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْہُمْ﴾ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطَانِ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا دوست بنا دیا جو ایمان نہیں لاتے۔ پس عدم ایمان ہی انسان اور شیطان کے درمیان دوستی اور موالات کے عقد کا موجب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰی رَبِّہُمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَہٗ وَالَّذِیْنَ ہُمْ بِہٖ مُّشْرِکُوْنَ﴾ (النحل: ۹۹/۱۰۰) جو مومن ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ان پر اس کا کوئی اختیار نہیں۔ اس کا اختیار تو ان لوگوں پر ہے جو اس کو اپنا دوست بناتے ہیں اور اس کے سبب سے اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاجْشَۃً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْہَا اٰبَآءَنَا وَ اللّٰہُ اَمَرَنَا بِہَا ۚ قُلْ

اور جب کرتے ہیں وہ کوئی بے حیائی کا کام تو کہتے ہیں پایا ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو اور اللہ نے حکم دیا ہمیں اس کا کہہ دیجئے!

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ۚ اَتَقُوْۤنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۶ قُلْ اَمَرَ

یقیناً اللہ نہیں حکم دیتا بے حیائی کا کیا کہتے ہو تم اللہ پر وہ باتیں جو نہیں جانتے تم ؟ ○ کہہ دیجئے! حکم دیا ہے

رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ

میرے رب نے انصاف کا اور (یہ کہ) سیدھے (قبلہ رخ) کرو اپنے چہرے ہر نماز کے وقت اور پکارو اسی کو خالص کرتے ہوئے

لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿٢٨﴾ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ

اس کیلئے اطاعت جیسے پہلے پیدا کیا اس نے تمہیں لوگوں کے تم (ویسے ہی) ایک فریق کو ہدایت دی اس نے اور ایک فریق ثابت ہوگئی اوپر انکے

الضَّلٰلَةُ ۚ إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

ضلالت۔ یقیناً انہوں نے بنا لیا شیطان کو دوست سوائے اللہ کے

وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٢٩﴾

اور وہ گمان کرتے ہیں کہ بلاشبہ وہ ہدایت یافتہ ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کا حال بیان کرتا ہے جو گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿وَإِذْ أَفْعَلُوا فَأْجَنَ﴾ جب وہ کوئی فحش کام کرتے ہیں۔ ”فحش سے مراد ہر وہ کام ہے جو برا اور انتہائی قبیح ہو۔ عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ ﴿قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا﴾ کہتے ہیں ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے“ اور وہ اس بارے میں سچے ہیں ﴿وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا﴾ ”اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے“ وہ اس فحش کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے میں جھوٹ بولتے ہیں۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ﴾ کہہ دیجیے اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا ہرگز حکم نہیں دیتا۔ ”یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کمال کے لائق نہیں کہ وہ اپنے بندوں کو فحش کاموں کا حکم دے اللہ نے اس فحش کام کا حکم دیا ہے جس کا ارتکاب یہ مشرک کرتے ہیں نہ کسی اور فحش کام کا۔ ﴿اتَّقُوا اللَّهَ عَلَىٰ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ کیا تم اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاتے ہو جو تم کو معلوم نہیں؟“ اور اس سے بڑا اور کون سا بہتان ہو سکتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا ذکر فرمایا جس کا وہ حکم دیتا ہے ﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ﴾ کہہ دیجیے کہ میرے رب نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ ”یعنی اللہ تعالیٰ نے عبادات و معاملات میں ظلم و جور کا حکم نہیں دیا بلکہ عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ ﴿وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ اور سیدھے کرو اپنے منہ ہر نماز کے وقت“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھو عبادات کی تکمیل کی کوشش کرو۔ خاص طور پر نماز کو ظاہر اور باطن میں کامل طور پر قائم کرو اور اسے تمام نقائص اور مفاسد سے پاک رکھو۔ ﴿وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ اور پکارو اس کو خالص اس کے فرماں بردار ہو کر“ یعنی صرف اسی کی رضا جوئی کا مقصد رکھو وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ دعا دعائے مسئلہ اور دعائے عبادت دونوں کو شامل ہے۔ یعنی تمہاری دعا کی تمام اغراض میں اللہ تعالیٰ کی عبودیت اور اس کی رضا کے سوا کوئی اور مقصد واردہ نہیں ہونا چاہئے۔ ﴿كَمَا بَدَأَكُمْ﴾ جیسے پہلی مرتبہ تمہاری ابتدا کی“ ﴿تَعُودُونَ﴾ تم پھر

پیدا ہو گے۔“ یعنی اس طرح مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ وہ ہستی جو تمہاری تخلیق کی ابتدا پر قادر ہے وہ اس تخلیق کا اعادہ کرنے کی بھی قدرت رکھتی ہے، بلکہ اس کا اعادہ زیادہ آسان ہے۔ ﴿فَرِيقًا﴾ ایک فریق کو، یعنی تم میں سے ایک فریق کو ﴿هٰذِي﴾ ”اس نے ہدایت دی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت کی توفیق سے نوازا، اس کے اسباب مہیا کئے اور اس کے موانع کو اس سے دور کیا ﴿وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ﴾ ”اور ایک فریق، ثابت ہو گئی اس پر گمراہی، چونکہ انہوں نے گمراہی کے اسباب اختیار کئے اور ہلاکت کے اسباب پر عمل پیرا ہوئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے گمراہی کو ان پر واجب کر دیا۔

﴿اِنَّهُمْ اَتَّخَذُوا الشَّيْطٰنَ اَوْلِيَّاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ”انہوں نے شیطانوں کو رفیق بنایا، اللہ کو چھوڑ کر“ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بناتا ہے وہ واضح خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے اور چونکہ وہ اللہ رحمن کی ولایت اور دوستی سے نکل گئے اور انہوں نے شیطان کی دوستی کو پسند کر لیا، اس لیے انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے محرومی میں سے وافر حصہ نصیب ہوا اور چونکہ انہوں نے اپنے آپ پر بھروسہ کیا اس لیے وہ بہت بڑے خسارے میں پڑ گئے۔ ﴿وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ”اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں“ یعنی ان کے ہاں حقائق بدل گئے اور انہوں نے باطل کو حق اور حق کو باطل سمجھ لیا۔ ان آیات کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ اوامر و نواہی اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کے تابع ہیں، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے امر کا حکم دے جسے عقل فحش سمجھتی ہو اور اسے ناپسند کرتی ہو اور اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتا۔

اس میں اس امر کی بھی دلیل ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کا دار و مدار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہے اور گمراہی یہ ہے کہ جب بندہ اپنے ظلم و جہالت سے شیطان کو اپنا دوست اور اس کو اپنی گمراہی کا سبب بنالے تو اللہ اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور جو کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ راہ ہدایت پر ہے درآں حالیکہ وہ بھٹک چکا ہو تو اس کے لیے کوئی عذر نہیں کیونکہ وہ ہدایت حاصل کر سکتا تھا، لیکن اس نے اپنے گمان ہی کو سب کچھ سمجھا اور ہدایت کی منزل کو پہنچانے والے راستے کو ترک کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

يٰۤاٰدَمُ خُذْ وَاٰزِيْنَتَكَ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ

اے بنی آدم! اختیار کرو تم اپنی زینت ہر نماز کے وقت، اور کھاؤ اور پیو اور نہ اسراف کرو

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱

یقیناً وہ نہیں پسند کرتا اسراف کرنے والوں کو ۝

اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم پر لباس نازل کرنے کے بعد جس سے وہ اپنا ستر ڈھانپتے ہیں اور زینت اختیار کرتے

ہیں فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذْ وَاٰزِيْنَتَكَ مَعَكَ كُلَّ مَسْجِدٍ﴾ ”اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے تئیں مزمین کیا کرو۔“ یعنی ہر نماز کے وقت خواہ نماز فرض ہو یا نفل، اپنے ستر کو ڈھانپو؛ کیونکہ ستر ڈھانپنا ہی بدن کی زینت ہے جیسے ستر کو کھولنا بدن کو قبیح اور بدنمنا دیتا ہے۔

اس آیت میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس زینت سے مراد لباس کی نظافت ہو۔ پس اس صورت میں آیت کریمہ میں نماز کے اندر ستر ڈھانپنے، زینت اختیار کرنے اور لباس کو میل کچیل اور نجاست سے پاک رکھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا: ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ ”اور کھاؤ اور پیو۔“ یعنی ان پاک چیزوں میں سے کھاؤ پیو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کی ہیں ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ ”اور (ان میں) اسراف نہ کرو۔“ اسراف سے یا تو یہ مراد ہے کہ ماکولات کو اس مقدار سے زیادہ استعمال کرنا جو انسان کو کفایت کرتی ہیں کیونکہ ماکولات کو زیادہ کھانے کی حرص جسم کو نقصان دیتی ہے۔ یا اس سے مراد ہے ماکولات، مشروبات اور ملبوسات میں حد سے زیادہ خرچ کرنا۔ یا مراد ہے حلال سے تجاوز کر کے حرام میں پڑنا۔ ﴿اِنَّكَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ”بے شک وہ (اللہ) اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا“ کیونکہ حد سے تجاوز کرنے پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اسراف انسان کے جسم اور اس کی معیشت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اسراف بسا اوقات انسان کو ایسی حالت تک پہنچا دیتا ہے کہ وہ ان نفقات سے بھی عاجز رہ جاتا ہے جو اس پر واجب ہیں۔

اس آیت کریمہ میں کھانے پینے کا حکم ہے اور کھانا پینا چھوڑنے اور اس میں اسراف کرنے کی ممانعت ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهِۦ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ

کہہ دیجئے! کس نے حرام کی زینت اللہ کی وہ جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لیے؟ اور پاکیزہ چیزیں رزق کی؟ کہہ دیجئے!

هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ كَذٰلِكَ نَفْصِلُ

بیان لوگوں کیلئے (بھی) ہیں جو ایمان لائے زندگی میں دنیا کی جبکہ خاص ہوں گی (ان کیلئے) کو ان قیامت کے اسی طرح مفصل بیان کرتے ہیں ہم

الْاٰتِیٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

آیات ان لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں ○ کہہ دیجئے! بیشک حرام ٹھہرایا ہے میرے رب نے بے حیائی کی باتوں کو جو ظاہر ہوں ان میں سے اور جو

بَطْنٍ وَالْاِلٰثَمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ

پوشیدہ اور گناہ کو اور ظلم کو بغیر حق کے اور یہ کہ شریک ٹھہراؤ تم ساتھ اللہ کے اس چیز کو کہ نہیں اتاری اللہ نے

بِهٖ سُلٰطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

اس کی کوئی دلیل اور یہ کہ کہو تم اوپر اللہ کے وہ جو نہیں تم جانتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اس شخص پر نکیر کرتا ہے جو تکلف میں پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حلال ٹھہرائی ہوئی پاک چیزوں

کو حرام قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهِۦ﴾ ”کہہ دیجئے کہ زینت و آرائش

کی چیزیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں، ان کو کس نے حرام کیا ہے؟“ انواع و اقسام کے لباس، طبیبات رزق یعنی ماکولات و مشروبات کی تمام اقسام کو کس نے حرام قرار دیا ہے؟ یعنی وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو حرام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں؟ کون ان کو اس بارے میں تنگی میں مبتلا کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے وسعت رکھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے طبیبات کو اس لیے وسیع کیا تاکہ وہ ان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مدد لیں۔ اس نے ان چیزوں کو صرف اپنے مومن بندوں کے لیے مباح کیا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ کہہ دیجئے! یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں، خالص انہی کے واسطے ہوں گی قیامت کے دن، یعنی ان نعمتوں کے بارے میں ان پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ ان نعمتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں تو یہ نعمتیں ان کے لیے خالص ہیں نہ ان کے لیے مباح، بلکہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے پر ان کو سزا دی جائے گی اور قیامت کے روز ان سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ﴿كَذٰلِكَ نَقُصُّكَ الْاٰیٰتِ﴾ ”ہم اسی طرح آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔“ یعنی ہم ان آیات کی توضیح کرتے ہیں اور ہم ان کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ ﴿لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ﴾ ”ان کے لیے جو جانتے ہیں“ کیونکہ یہی لوگ ہیں جو ان آیات سے فائدہ اٹھاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کھول کھول کر بیان کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں چنانچہ وہ اس میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان کو سمجھتے ہیں۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان محرمات کا ذکر فرمایا جن کو اس نے تمام شریعتوں میں حرام قرار دیا ہے۔ فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ﴾ ”کہہ دیجئے! بے شک میرے رب نے حرام کیا ہے بے حیائی کی باتوں کو،“ یعنی بڑے بڑے گناہ جن کی برائی اور قباحیت کی وجہ سے ان کو فحش اور خفت قبیح سمجھا جاتا ہے مثلاً زنا، سدومیت (عمل قوم لوط) وغیرہ۔ ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ ”جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں،“ یعنی وہ فواحش جن کا تعلق بدن کی حرکات سے ہے اور وہ فواحش جن کا تعلق قلب کی حرکات سے ہے مثلاً تکبر، خود پسندی، ریاء اور نفاق وغیرہ۔ ﴿وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ”اور گناہ کو اور ناحق کی زیادتی کو،“ یعنی گناہ کے اعمال جو گناہ میں مبتلا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں سزا کے موجب ہیں اور (بغی) سے مراد ہے لوگوں کے جان و مال اور عزت و ناموس میں ان پر زیادتی وغیرہ۔ پس اس میں وہ تمام گناہ داخل ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہیں۔ ﴿وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطٰنًا﴾ ”اور اس بات کو کہ شریک کرو اللہ کا ایسی چیز کو کہ جس کی اس نے سند نہیں اتاری،“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس شرک پر کوئی دلیل و برہان نازل نہیں فرمائی بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے توحید کی

تائید کے لیے دلائل و براہین نازل فرمائے ہیں اور شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ بسا اوقات شرک اصغر بھی اسی زمرے میں آ جاتا ہے۔ مثلاً ریاء اور غیر اللہ کی قسم وغیرہ۔ ﴿وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ اور اس بات کو کہ اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جو تم نہیں جانتے، یعنی اس کے اسماء و صفات، افعال اور اس کی شریعت کے بارے میں لاعلمی پر مبنی بات کہنا۔ ان تمام امور کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور بندوں کو ان میں مشغول ہونے سے روکا ہے کیونکہ یہ امور مفاسد عامہ اور مفاسد خاصہ پر مشتمل ہیں اور یہ امور ظلم و تعدی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں جسارت و جرأت کے موجب اللہ تعالیٰ کے بندوں پر دست درازی اور اللہ تعالیٰ کے دین اور شریعت میں تغیر و تحریف کا باعث ہیں۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ۝۳۲

اور ہر امت کیلئے ایک وقت (معیّن) ہے سو جب آجائے گا انکا (معیّن) وقت تو نہ پیچھے ہوں گے وہ (اس سے) لمحہ بھر اور نہ آگے ہوں گے ۝ یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو جنت سے نکال کر زمین پر آباد کر دیا اور ان کے لیے ایک مدت مقرر کر دی۔ قوموں میں سے کوئی قوم اپنی مدت مقررہ سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے تمام قومیں اکٹھی ہو کر اس مدت مقررہ سے آگے ہو سکتی ہیں نہ ان کے افراد۔

يَبْنِيْ اٰدَمَ اِمَّا يَاتِيْنٰكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْضُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنْ اٰتٰنِيْ

اے بنی آدم! اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کریں تم پر میری آیتیں تو جس نے تقویٰ اختیار کیا

وَاصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۳۳ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور (اپنی) اصلاح کر لی تو نہ ہوگا کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۝ اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو

وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۳۴

اور تکبر کیا ان سے یہ لوگ ہیں دوزخی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۝

جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو جنت سے نکال دیا تو ان کو رسول بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے آزمایا۔ یہ رسول ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور اس کے احکام ان پر واضح کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی فضیلت بیان فرمائی جس نے رسولوں کی دعوت پر لبیک کہا اور اس شخص کا خسارہ بیان کیا جس نے رسولوں کی دعوت کا جواب نہ دیا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿فَمَنْ اٰتٰنِيْ﴾ ”پس جس شخص نے تقویٰ اختیار کیا۔“ یعنی جو ان امور سے بچ گیا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مثلاً شرک اور دیگر کبیرہ اور صغیرہ گناہ ﴿وَاصْلَحَ﴾ ”اور اس نے (ظاہری اور باطنی اعمال کی) اصلاح کر لی“ ﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ ”تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا۔“ یعنی وہ اس شرکے خوف سے مامون ہوں گے جس سے دیگر لوگ خوفزدہ ہوں گے۔ ﴿وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ”اور نہ وہ

(گزرے ہوئے واقعات پر) غمگین ہوں گے۔“ جب ان سے حزن و خوف کی نفی ہوگئی تو انہیں کامل امن اور ابدی فلاح و سعادت حاصل ہوگئی۔ ﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، یعنی ان آیات پر ان کے دل ایمان لائے نہ ان کے جوارح نے ان آیات کے احکام کی اطاعت کی۔ ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“ یعنی جس طرح انہوں نے ہماری آیات کی اہانت کی اور ان کی تکذیب پر جے رہے اسی طرح ان کو ہمیشہ رہنے والے عذاب کے ذریعے سے رسوا کیا جائے گا۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ
پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ یا جھٹلایا اس کی آیات کو؟ یہ لوگ ہیں کہ بچنے کا انہیں
نَصِيبُهُمْ مِنَ الْكِتَابِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ رَسُولُنَا يُتَوَقَّوْنَهُمْ قَالُوا آيَنَ
انکا حصہ لکھے ہوئے ہے یہاں تک کہ جب آئیں گے ان کے پاس ہمارے قاصد جو قبض کریں گے انکی رو میں تو وہ کہیں گے! کہاں ہیں
مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا
وہ کہ تھے تم پکارتے (ان کو) سوائے اللہ کے؟ وہ کہیں گے! وہ گم ہو گئے ہم سے اور گواہی دیں گے اپنے

عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿۳۵﴾

خلاف کہ بیشک وہ تھے کفر کرنے والے ○

یعنی اس شخص سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جس نے بہتان طرازی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف شریک اور اس کی ذات و صفات کی طرف نقص کی نسبت کی اور اس کی طرف کسی ایسی بات کو منسوب کیا جو اس نے نہیں کہی۔ ﴿أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ﴾ یا اس کی آیات کو جھٹلایا۔“ یعنی جس نے حق مبین کو بیان کرنے والی واضح آیات کو جھٹلایا جو راہ راست کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں پس یہ لوگ اگرچہ اس دنیا سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تاہم انہیں وہ عذاب ضرور مل کر رہے گا جو لوح محفوظ میں ان کے لیے لکھ دیا گیا ہے۔ کوئی چیز ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔ وہ اس دنیا سے تھوڑی سی مدت کے لیے فائدہ اٹھائیں گے اور ابد الابد تک عذاب بھگتیں گے۔ ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ رَسُولُنَا يُتَوَقَّوْنَهُمْ﴾ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) جان نکالنے آئیں گے۔“ یعنی جب ان کے پاس وہ فرشتے آجائیں گے جو ان کی مدت مقررہ پوری کرنے اور روح قبض کرنے پر مامور ہیں ﴿قَالُوا﴾ یعنی اس حالت میں فرشتے ان کو زبردستی بخیر کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿آيَنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ وہ (بت اور تمہارے خود ساختہ معبود) کہاں ہیں جن کو تم پکارا کرتے تھے؟“ اب ضرورت کا وقت آ گیا ہے اگر وہ تمہیں کوئی فائدہ دے سکتے ہیں یا کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ (تو ان کو بلاؤ)

﴿قَالُوا صَلُّوا عَلٰٓا﴾ ”وہ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے، یعنی وہ مضحل اور باطل ہو گئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں ہمارے کسی کام کے نہیں۔ ﴿وَشَهِدُوا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا کٰفِرِيْنَ﴾ ”اور وہ اپنے آپ پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے، یعنی وہ دائمی طور پر سواکن عذاب کے مستحق ہیں۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ كُلَّمَا
کہے گا (اللہ) داخل ہو جاؤ تم ہمراہ ان امتوں کے جو گزر چکیں تم سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے آگ میں۔ جب بھی
دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰی اِذَا اَدْرٰکُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۖ قَالَتْ
داخل ہوگی ایک امت تو لعنت کرے گی اپنے جیسی دوسری امت کو یہاں تک کہ جب اکٹھے ہوں گے وہ اس میں سب تو کہے گی
اُخْرٰیهِمْ لِاَوْلٰیهِمْ رَبَّنَا هٰؤُلَآءِ اَضَلُّوْا فَاْتِیْهِمْ عَذَابٌ اَبَا ضَعْفًا مِّنَ النَّارِ
انکی پچھلی جماعت انکی پہلی جماعت کی بابت اے ہمارے رب! انہوں نے گمراہ کیا تھا ہمیں پس دے تو انکو عذاب دگنا آگ کا
قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلٰكِنْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

کہے گا (اللہ تم میں سے) ہر ایک کے لیے دگنا (عذاب) ہے لیکن تم نہیں جانتے ○

فرشتے ان سے کہیں گے: ﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِیْ اُمَمٍ﴾ ”ان قوموں میں داخل ہو جاؤ۔“ یعنی ان جملہ امتوں میں داخل ہو جاؤ۔ ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ ”جو تم سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے گزر چکیں، یعنی وہ بھی اسی راستے پر گامزن رہے تھے جس پر تم چلتے رہے ہو۔ یعنی کفر و استکبار کا راستہ۔۔۔ اس لیے سب رسوائی اور ہلاکت کے مستحق ٹھہرے ﴿فِی النَّارِ﴾ اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہو۔

سرکش اور نافرمان قوموں میں سے جب کوئی قوم جہنم میں داخل ہوگی ﴿لَّعَنَتْ اُخْتَهَا﴾ ”اپنی جیسی جماعت پر لعنت کرے گی۔“ یعنی اپنے جیسے مشرکانہ عقائد رکھنے والی قوم پر لعنت کرے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿یَوْمَ الْقِیَمَةِ یُکْفَرُ بَعْضُکُمْ بِبَعْضٍ وَیَلْعَنُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا﴾ (العنکبوت: ۲۵/۲۹) ”قیامت کے روز تم ایک دوسرے کا انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔“ ﴿حَتّٰی اِذَا اَدْرٰکُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا﴾ ”یہاں تک کہ جب سب اس میں داخل ہو جائیں گے۔“ یعنی جب جہنم میں اولین و آخرین قائدین رؤساء ان کے پیروکار اور مقلدین سب جمع ہو جائیں گے ﴿قَالَتْ اُخْرٰیهِمْ﴾ ”تو کہیں گے ان کے پچھلے، یعنی رؤساء وقائدین کے پیروکار ﴿لِاَوْلٰیهِمْ﴾ ”پہلوں کو، یعنی وہ اپنے سرداروں اور رؤساء کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتے ہوئے کہ انہوں نے گمراہ کیا تھا۔ کہیں گے: ﴿رَبَّنَا هٰؤُلَآءِ اَضَلُّوْا فَاْتِیْهِمْ عَذَابٌ اَبَا ضَعْفًا مِّنَ النَّارِ﴾ ”اے ہمارے رب! ان ہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو ان کو آتش جہنم کا دگنا عذاب دے۔“ یعنی اے ہمارے رب انہیں کئی گنا عذاب دے کیونکہ انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اور ناپاک اعمال کو ہمارے سامنے مزین کر کے پیش کیا۔

وَقَالَتْ أُولَهُمْ لَإِخْرَجُهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فذُوقُوا الْعَذَابَ

اور کہے گی ان کی پہلی جماعت ان کی پچھلی جماعت کو پس نہیں ہے تمہارے لیے ہم پر کوئی فضیلت سو چکو تم عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٢٩﴾

بوجہ اس کے جو تھے تم کما تے ○

﴿حَقَّ آلَتْ لَوْلَهُمْ لَإِخْرَجُهُمْ﴾ ”لو، کہیں گے ان کے پہلے پچھلوں کو“ یعنی سرور اپنے پیروکاروں سے کہیں گے: ﴿فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ﴾ ”پس کچھ نہ ہوئی تم کو ہم پر بڑائی“ یعنی ہم گمراہی ضلالت اور عذاب کے اسباب اختیار کرنے میں مشترک ہیں۔ تمہیں ہم پر کون سی فضیلت ہے؟ ﴿قَالَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿لِكُلِّ ضَعْفٍ﴾ ”تم میں سے ہر ایک کے لیے دو گنا عذاب ہے“ ﴿فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ﴾ ”اب چکو عذاب بسبب اپنی کمائی کے“ لیکن یہ معلوم ہے کہ سرداروں اور ائمہ ضلالت کو ان کے پیروکاروں کی نسبت زیادہ سخت اور برا عذاب دیا جائے گا۔ جیسے ائمہ ہدیٰ کو ان کے تبعین کے ثواب کے مقابلے میں زیادہ بڑی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصْذُوعُوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَذُنُوبُهُمْ عَدَابًا فَوقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ﴾ (النحل: ۸۸/۱۶) ”وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا ہم انہیں عذاب پر عذاب دیں گے اس پاداش میں کہ وہ فساد برپا کرتے تھے“۔

یہ آیت کریمہ اور اس قسم کی دیگر آیات دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرنے والوں کی تمام اقسام جہنم میں ہمیشہ رہیں گی اس کی اتھاہ گہرائی میں سب اکٹھے ہوں گے اگرچہ عذاب کی مقدار میں ان کے اعمال، عناد، ظلم اور افترا پر دازی کے مطابق تفاوت ہوگا اور ان کی وہ محبت و مودت جو دنیا میں ان کے مابین تھی قیامت کے روز دشمنی اور ایک دوسرے پر لعنت میں بدل جائے گی۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو اور تکبر کیا ان سے نہیں کھولے جائیں گے ان کے لیے دروازے آسمان کے

وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذَلِكَ نَجْزِي

اور نہ داخل ہوں گے وہ جنت میں یہاں تک کہ گھس جائے اونٹ ناکے میں سوئی کے اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم

الْمُجْرِمِينَ ﴿٣٠﴾ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۖ

مجرموں کو ○ ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہوگا

وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٣١﴾

اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم ظالموں کو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اس شخص کے عذاب کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جس نے اس کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان پر ایمان نہ لایا۔۔۔۔۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی آیات بالکل واضح تھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کیا اور ان کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا بلکہ انہوں نے ان کو جھٹلایا اور پیٹھ پھیر کر چل دیئے۔۔۔۔۔ یہ ہر بھلائی سے مایوس ہوں گے۔ ان کی روحيں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آسمان کی طرف بلند ہوں گی اور اجازت طلب کریں گی مگر ان کو اجازت نہیں ملے گی۔ وہ موت کے بعد آسمان کی طرف اسی طرح بلند نہ ہو سکیں گی جس طرح انہوں نے ایمان باللہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت کی طرف التفات نہ کیا، کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اہل ایمان کی روحيں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی مطیع ہیں، اس کی آیات کی تصدیق کرنے والی ہیں، ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوں گی اور عالم علوی میں وہاں پہنچ جائیں گی جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا اور اپنے رب کے قرب اور اس کی رضا کا لطف اٹھائیں گی۔

اہل جہنم کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ﴾ ”وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے یہاں تک کہ داخل ہوا اونٹ“، یعنی معروف اونٹ۔ ﴿فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ ”سوئی کے نالے میں“، یعنی جب تک کہ اونٹ جو کہ سب سے بڑا حیوان ہے، سوئی کے نالے میں سے جو کہ سب سے تنگ گزرنے کی جگہ ہے نہ گزر جائے۔ یہ کسی چیز کو محال کے ساتھ معلق کرنے کے باب میں سے ہے، یعنی جس طرح اونٹ کا سوئی کے نالے میں سے گزرنا محال ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرنے والوں کا جنت میں داخل ہونا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ (المائدہ: ۷۲/۵) ”جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ تعالیٰ جنت کو اس پر حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا“۔ اور یہاں فرمایا: ﴿وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ﴾ ”اور ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں گناہ گاروں کو“، یعنی وہ لوگ جن کے جرائم بہت زیادہ اور جن کی سرکشی بے انتہا ہے۔

﴿لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ﴾ ”ان کے لیے جہنم کا بچھونا ہے“، یعنی ان کے نیچے آگ کے پچھونے ہوں گے ﴿وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾ ”ان کے اوپر سے اوڑھنا“، یعنی عذاب کے بادل ہوں گے جو ان پر چھائے ہوئے ہوں گے ﴿وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ﴾ ”اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو“ اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں کو ہم ان کے جرم کے مطابق جزا دیتے ہیں اور تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے اچھے، نہیں تکلیف دیتے ہم کسی جان کو مگر اسکی طاقت کے مطابق ہی، یہ لوگ ہیں

”اہل بہشت ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“ یعنی انہیں جنت سے نکالا نہیں جائے گا اور نہ وہ خود جنت کے بدلے کوئی اور چیز چاہیں گے، کیونکہ انہیں جنت میں انواع و اقسام کی لذتیں حاصل ہوں گی، تمام خواہشات پوری ہوں گی، انہیں کوئی روک ٹوک نہ ہوگی اور اس سے بلند تر کسی مقام کی طلب نہ ہوگی۔ ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ﴾ اور نکال لیں گے ہم جو کچھ ان کے دلوں میں خفگی ہوگی، یہ اہل جنت پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور احسان ہوگا کہ دنیا میں ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جو کینہ اور بغض اور ایک دوسرے سے مقابلے کی جو رغبت موجود تھی، اللہ تعالیٰ اس کو زائل اور ختم کر دے گا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کرنے والے بھائی اور باصفا دوست ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾ (الحجر: ۴۷/۱۵) ”اور ان کے دلوں میں جو کینہ اور کدورت ہوگی ہم اسے نکال دیں گے اور وہ بھائی بھائی بن کر تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے۔“ اللہ تعالیٰ ان کو اکرام و تکریم عطا کرے گا جس پر ہر ایک کو خوشی اور مسرت ہوگی اور ہر ایک یہی سمجھے گا کہ جو نعمتیں اسے عطا ہوئی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی اور نعمت نہیں اس لیے وہ حسد اور بغض سے محفوظ و مامون رہیں گے، کیونکہ حسد اور بغض کے تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے۔ ﴿تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ﴾ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں، یعنی وہ جب چاہیں گے اور جہاں چاہیں گے نہریں نکال لیں گے۔ اگر وہ یہ نہریں اپنے محلات میں لے جانا چاہیں یا اپنے بلند و بالا خانوں میں یا پھولوں سے سجے ہوئے باغات کی روشوں میں لے جانا چاہیں تو لے جائیں گے۔ یہ ایسی نہریں ہوں گی جن میں گڑھے نہیں ہوں گے اور بھلائیاں ہوں گی جن کی کوئی حد نہ ہوگی۔

﴿وَقُلْ﴾ اور ”اس لیے جب وہ اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کو دیکھیں گے ﴿قَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَنَا لِهَذَا﴾ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں کا راستہ دکھایا۔“ یعنی وہ پکاراٹھیں گے ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہم پر احسان فرمایا، ہمارے دلوں میں الہام فرمایا اور اس پر ایمان لے آئے اور ایسے اعمال کئے جو نعمتوں کے اس گھر تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ایمان و اعمال کی حفاظت کی حتیٰ کہ اس نے ہمیں اس جنت میں داخل کر دیا۔ بہت ہی اچھا ہے وہ رب کریم جس نے ہمیں نعمتیں عطا کیں، ظاہری اور باطنی اتنی نعمتوں سے نوازا کہ کوئی ان کو شمار نہیں کر سکتا۔ ﴿وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ هَدَانَا اللَّهُ﴾ ”اور اگر اللہ ہم کو راستہ نہ دکھاتا تو ہم راستہ نہ پاسکتے۔“ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں اپنی ہدایت اور اتباع رسل سے نوازا ہوتا تو ہمارے نفوس میں ہدایت کو قبول کرنے کی قابلیت نہ تھی۔ ﴿لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ بِآلِحَقِّ﴾ ”یقیناً لائے تھے ہمارے رب کے رسول سچی بات“ یعنی جب وہ ان نعمتوں سے متمتع ہو رہے ہوں گے جن کے بارے میں انبیاء و مرسلین نے خبر دی تھی اور یہ خبر ان کے لیے علم الیقین کے بعد حق الیقین بن گئی۔ وہ کہیں گے کہ ہمارے سامنے یہ

بات متحقق ہوگئی اور ہم نے ہر وہ چیز دیکھ لی ہے جس کا انبیاء و رسل نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا اور یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ وہ سب کچھ حق الیقین ہے جو انبیاء و مرسلین نے کر مبعوث ہوئے۔ جس میں کوئی شک و شبہ اور کوئی اشکال نہیں۔

﴿وَنُودُوا﴾ اور منادی کر دی جائے گی۔“ تہنیت و اکرام اور سلام و احترام کے طور پر انہیں پکارا جائے گا ﴿اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اَوْ رُشْتُمْوهَا﴾ یہ جنت ہے وارث ہوئے تم اس کے، یعنی تم اس کے وارث ہو اور یہ تمہاری جاگیر ہے جب کہ جہنم کافروں کی جاگیر ہوگی۔ ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ اپنے اعمال کے بدلے میں، سلف میں سے کسی نے فرمایا ہے کہ اہل جنت اللہ تعالیٰ کے غنوی وجہ سے جہنم سے نجات پائیں گے اس کی رحمت کی بنا پر جنت میں داخل ہوں گے اور اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنیں گے اور اس کی منازل کو باہم تقسیم کریں گے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے بلکہ اس کی رحمت کی بلند ترین نوع ہے۔

وَنَادٰى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَاَذَنْ مُّوَدِّنْ سچا تو کیا پایا ہے تم نے بھی جو وعدہ کیا تھا تمہارے رب نے تم سے سچا؟ کہیں گے وہ ہاں پھر اعلان کرے گا ایک اعلان کر نیوالا بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ درمیان ان کے کہ لعنت ہے اللہ کی اوپر ظالموں کے وہ لوگ جو روکتے تھے اللہ کی راہ سے وَيَبْغُوْنَهَا عَوْجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۶﴾ اور تلاش کرتے تھے اس میں کجی اور وہ ساتھ آخرت کے کفر کرنے والے تھے ○

اللہ تعالیٰ یہ ذکر کرنے کے بعد کہ اہل ایمان اور کفار جنت اور جہنم میں اپنے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو جائیں گے اور وہاں سب کچھ ویسا ہی پائیں گے جیسا انبیاء و رسل نے ان کو خبر دی تھی اور جیسا کہ ثواب و عقاب کے بارے میں انبیاء کی لائی ہوئی کتابوں میں تحریر تھا، فرماتا ہے کہ اہل جنت جہنمیوں کو پکار کر کہیں گے: ﴿اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا﴾ کہ جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا ہم نے تو اسے سچا پایا۔“ جب اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے اور نیک عمل کرنے پر جنت کا وعدہ کیا تو ہم نے اس کے وعدہ کو سچا پایا، اس نے ہمیں جنت میں داخل کر دیا ہم نے وہاں وہ سب کچھ دیکھا جو اس نے ہمارے لیے بیان کیا تھا ﴿فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا﴾ بھلا جو وعدہ تمہارے رب نے تم سے کیا تھا کیا تم نے بھی اسے سچا پایا؟، یعنی تمہارے کفر اور معاصی پر تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا؟

﴿قَالُوا نَعَمْ﴾ ”وہ کہیں گے ہاں!“ ہم نے اسے سچ پایا۔ پس تمام مخلوق کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات سے زیادہ کس کی بات سچی ہو سکتی ہے؟ تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے اور معاملہ حق الیقین بن جائے گا۔ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے وعدے پر خوش ہوں گے، کفار بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے۔ وہ اپنے بارے میں خود اقرار کریں گے کہ وہ عذاب کے مستحق ہیں۔

﴿فَإِذَنْ مَوْزِنَ بَيْنَهُمْ﴾ ”تو (اس وقت) ان میں ایک پکارنے والا پکارے گا۔“ پکارنے والا اہل جہنم اور اہل جنت کے درمیان پکار کر کہے گا: ﴿أَنْ لَّعْنَةُ اللَّهِ﴾ ”کہ لعنت ہے اللہ کی“ یعنی ہر بھلائی سے بُعد اور محرومی ﴿عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ ”ظالموں پر“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے اپنی رحمت کے دروازے کھولے مگر انہوں نے اپنے ظلم کی وجہ سے ان سے منہ موڑا، خود اپنے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکے رکھا اور دوسروں کو بھی اس راستے پر نہ چلنے دیا۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا راستہ سیدھا رہے اور اس پر چلنے والے اعتدال کے ساتھ اس پر گامزن رہیں۔ ﴿وَأُزِيهَ كُفَّارًا﴾ ”اور وہ آخِرَتِ عَوَجًا“ ”ڈھونڈتے ہیں اس میں کجی“، یعنی سیدھے راستے سے ہٹا ہوا ﴿وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ﴾ ”اور وہ آخرت کے منکر تھے“ یہی کفر ہے جو راہِ راست سے ان کے انحراف کا باعث بنا اور یہی کفر ہے جو نفس کی شہواتِ محرّمہ کو محور بنانے آخِرَتِ پر عدم ایمان، عذاب سے عدم خوف اور ثواب سے ناامیدی کا موجب بنا۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اہل ایمان پر سایہ کنائے اس کا فضل ان کے شامل حال اور اس کا احسان ان پر متواتر ہے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسَيِّئِهِمْ ۖ وَنَادُوا أَوْلَادَهُمْ فِي الدُّخَانِ أَنْ يُخْرِجُوهُمْ ۚ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٢٦﴾

اور ان کے درمیان پردہ ہوگا اور اوپر اعراف کے کچھ لوگ ہوں گے جو پہچانتے ہوں گے ہر ایک کو ان کی خاص علامات سے اور وہ پکاریں گے اَصْحَبَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْعُونَ ﴿٢٧﴾

جنت والوں کو کہ سلام ہو تم پر نہ داخل ہوئے ہوں گے وہ جنت میں (ابھی تک) اور وہ امید رکھتے ہوں گے اور جب صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾

ظالم لوگوں کے اور پکار کر کہیں گے اعراف والے کچھ ایسے لوگوں کو جنہیں وہ پہچانتے ہوں گے بِسَيِّئِهِمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تُسْتَكْبِرُونَ ﴿٢٩﴾

ان کی خاص علامات سے کہیں گے کہ نہیں فائدہ دیا تمہیں تمہارے جتھے نے اور (نہ اس نے) جو تم تے تکبر کرتے ○

أَهْلَ الْآلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۖ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ

کیا یہی وہ لوگ ہیں جنکی بابت قسمیں کھاتے تھے کہ نہیں پہنچائے گا انکو اللہ رحمت (ان سے کہہ دیا گیا) داخل ہو جاؤ تم جنت میں

لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٩٩﴾

نہیں ہے کوئی خوف تم پر اور نہ تم غمگین ہو گے ○

یعنی اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان ایک حجاب ہوگا جسے ”مقام اعراف“ کہا جائے گا۔ یہ مقام جنت میں شامل ہوگا نہ جہنم میں۔ اس مقام سے جنت اور جہنم دونوں میں جھانکا جاسکے گا اور جنتیوں اور جہنمیوں کے احوال کو دیکھا جاسکے گا۔ اس مقام اعراف میں کچھ لوگ ہوں گے جو اہل جنت اور اہل جہنم کو ان کی ان علامات کے ذریعے سے پہچانتے ہوں گے جو ان کی امتیازی علامات ہیں۔ جب وہ اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو پکار کر کہیں گے ﴿أَنْ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ ”سلامتی ہے تم پر“ یعنی وہ ان پر سلام کہیں گے۔ وہ ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے البتہ وہ جنت میں داخلے کے امیدوار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں امید تب ہی جاگزیں کرتا ہے جب وہ ان کو اپنی تکریم سے نوازنے کا ارادہ کرتا ہے۔ ﴿وَلَا ذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ﴾ ”اور جب ان کی نظر اہل جہنم کی طرف جائے گی“ تو ان کو بہت ہی ہولناک اور قبیح منظر دیکھنے کو ملے گا۔ تو وہ پکار اٹھیں گے ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ ”اے ہمارے رب ہم کو ظالموں کے ساتھ نہ کرنا“ اہل اعراف جب اہل جنت کو دیکھیں گے تو وہ بھی جنت میں ان کی معیت کی خواہش کریں گے اور وہ ان کو تحیہ و سلام پیش کریں گے اور جب غیر اختیاری طور پر ان کی نظریں اہل جہنم کی طرف اٹھیں گی تو وہ عمومی طور پر ان کی حالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں گے۔

عمومی ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے خصوصی ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رَجُلًا لَا يَعْرِفُونَهُمْ بِسْمِهِمْ﴾ ”اور اعراف والے پکاریں گے ان لوگوں کو کہ ان کو پہچانتے ہوں گے ان کی نشانی سے“۔ اور وہ اہل جہنم ہوں گے وہ دنیا میں شرف و آبرو اور مال و اولاد والے تھے۔۔۔ ان کو اکیلے عذاب میں مبتلا دیکھ کر کہ اب ان کا کوئی حامی و ناصر نہیں۔۔۔ کہیں گے: ﴿مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جُوعُكُمْ﴾ ”آج تمہاری جماعت تمہارے کچھ کام نہ آئی“۔ یہاں تمہارے وہ جتنے کام نہ آئے جن کی مدد سے دنیا میں اپنی تکالیف دور کیا کرتے تھے۔ دنیاوی مطالب کے حصول کے لیے ان کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ آج ہر چیز مضلل ہوگئی اور کچھ بھی تمہارے کام نہ آیا اور اسی طرح حق حق لانے والے اور حق کی اتباع کرنے والوں کے مقابلے میں تمہارے تکبر نے تمہیں کیا فائدہ دیا؟ پھر وہ اہل جنت کی طرف جو دنیا میں کمزور و ناتواں اور محتاج ہوا کرتے تھے۔۔۔ اشارہ کر کے اہل جہنم سے کہیں گے ﴿أَهْلَآءَ﴾ ”اب یہ وہی ہیں“ یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل کیا ﴿الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ﴾ ”جن کے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے ان کی دستگیری نہیں کرے گا۔“ یعنی تم لوگ اہل ایمان کے ساتھ نفرت اور حقارت کا اظہار کرتے ہوئے نہایت خود پسندی کے ساتھ قسمیں اٹھا کر کہا کرتے

تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے نہیں نوازے گا۔ اب تم اپنی قسموں میں جھوٹے ہو گئے ہو۔ اس چیز کی حقیقت تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی ہے جسے تم کسی شمار میں نہیں لایا کرتے تھے۔

﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ ”تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔“ یعنی اپنے اعمال کے صلہ میں جنت میں داخل ہو جاؤ یعنی کمزور اور ناتواں لوگوں کو اکرام و احترام کے ساتھ کہا جائے گا کہ اپنے نیک اعمال کی جزا کے طور پر جنت میں داخل ہو جاؤ ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ﴾ مستقبل میں تمہیں کسی تکلیف کا خوف نہ ہوگا ﴿وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ﴾ اور جو کچھ گزر گیا ہے تم اس پر غمزدہ نہیں ہو گے۔ بلکہ تم محفوظ و مامون مطمئن اور ہر بھلائی پر فرحاں و شاداں ہو گے۔ اس کی نظیر

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے! ﴿إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۖ وَإِذَا آمَرُوهُمْ بِتَعَامُزٍ ۖ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ۖ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَائِقُونَ ۖ وَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ۖ قَالَ يَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ۖ عَلَىٰ الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ﴾ (المطففين: ۲۹/۸۳-۳۵) ”وہ مجرم جو دنیا میں اہل ایمان پر ہنسا کرتے تھے جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کیا کرتے تھے اپنے گھر واپس لوٹتے تو اکڑنوں کے ساتھ اترتے ہوئے لوٹتے اور جب اہل ایمان کو دیکھتے تو کہتے یہ تو گمراہ ہیں۔ حالانکہ وہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ آج اہل ایمان کافروں پر ہنسیں گے اور اپنے تختوں پر بیٹھے کافروں کا حال دیکھ رہے ہوں گے۔“

اہل علم اور مفسرین میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ اصحاب اعراف سے کیا مراد ہے اور ان کے اعمال کیا ہیں۔ اس بارے میں صحیح مسلک یہ ہے کہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ نہ تو ان کی برائیاں زیادہ ہوں گی جس کی بنا پر وہ جہنم میں داخل ہو جائیں اور نہ ان کی نیکیاں زیادہ ہوں گی کہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ پس جب تک اللہ چاہے گا یہ لوگ مقام اعراف میں قیام کریں گے پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں جنت میں داخل کرے گا کیونکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت کرتی اور غالب آتی ہے اور اس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کننا ہے۔

وَنَادَىٰ أَصْحَبُ النَّارِ أَصْحَبَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا

اور پکار کر کہیں گے دوزخی، جنتیوں کو یہ کہ ڈالو تم ہم پر کچھ پانی سے یا (پھینکو) کچھ اس میں سے جو

رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهَا عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۝۱۰﴾ الَّذِينَ اتَّخَذُوا

رزق دیا ہے تمہیں اللہ نے کہیں گے جنتی! بیشک اللہ نے حرام کر دی ہیں یہ دونوں چیزیں اور کافروں کے ۝ وہ لوگ جنہوں نے بنالیا

دِينَهُمْ لَهُمْ ءَالِئًا وَغَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنسِفُهُمْ كَمَا نَسُوا

اپنے دین کو تماشا اور کھیل اور دھوکے میں ڈالے رکھا ان کو زندگی دنیا نے پس آج ہم بھلا دیں گے انہیں جیسے بھلا دیا تھا انہوں نے

لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا ۝ وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۝ ۵۱ ۝ وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ

ملاقات کو اپنے اس دن کی اور جو تھے وہ ہماری آیات کا انکار کرتے ۝ اور البتہ تحقیق لائے ہم ان کے پاس ایسی کتاب کہ

فَضَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ ۵۲ ۝ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۝

مفصل بیان کیا ہم نے اسکو ساتھ علم کے وہ ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ۝ نہیں انتظار کرتے وہ مگر اسکی انجام (قیامت) کا

يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا

جس دن آئے گا انجام اس کا تو کہیں گے وہ لوگ جو بھولے ہوئے تھے اس کو اس سے پہلے تحقیق آئے تھے رسول ہمارے رب کے

بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفْعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا ۚ أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا

ساتھ حق کے پس کیا ہمارے لیے کوئی سفارشی ہیں کہ وہ سفارش کریں ہمارے لیے یا لوٹا دیئے جائیں ہم تو عمل کریں گے علاوہ انکے جو تھے

نَعْمَلُ ۚ قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ ۵۳ ۝

ہم (پہلے) عمل کرتے، تحقیق خسارے میں ڈالا انہوں نے اپنے آپ کو اور گم ہو گیا ان سے جو تھے وہ افتراء باندھتے ۝

جب اہل جہنم کو عذاب پوری طرح گھیر لے گا، جب وہ بے انتہا بھوک اور انتہائی تکلیف دہ پیاس میں مبتلا ہوں گے تو وہ اہل جنت کو پکار کر مدد کے لیے بلائیں گے اور کہیں گے: ﴿أَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ﴾ ”بہاؤ ہم پر تھوڑا سا پانی یا کچھ اس میں سے جو روزی دی تم کو اللہ نے“، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کھانا تمہیں عطا کیا ہے اہل جنت ان کو جواب میں کہیں گے: ﴿إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهَا﴾ ”اللہ نے ان دونوں کو حرام کر دیا ہے“، یعنی جنت کا پانی اور کھانا ﴿عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ ”کافروں پر“۔ یہ سب کچھ اس پاداش میں ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور انہوں نے اس دین کو۔۔۔ جس پر قائم رہنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور اس پر انہیں بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا تھا، کھیل تماشہ بنالیا ﴿تَهْوَاءُ لَعِبًا﴾ ”تماشا اور کھیل“، یعنی ان کے دل غافل اور دین سے گریزاں تھے اور انہوں نے دین کا تمسخر اڑایا۔ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے دین کے بدلے لہو و لعب کو اختیار کر لیا اور دین قیم کے عوض لہو و لعب کو چن لیا۔

﴿وَعَذَرْتَهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا﴾ ”اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا“، یعنی دنیا نے اپنی زیب و زینت سے اور دنیا کی طرف بلانے والوں کی کثرت نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا۔ پس وہ دنیا سے مطمئن ہو کر اس سے خوش اور راضی ہو گئے اور آخرت سے منہ موڑ کر اسے بھول گئے ﴿فَالْيَوْمَ نَنْسُهُمْ﴾ ”پس آج ہم ان کو بھلا دیں گے“، یعنی انہیں عذاب میں چھوڑ دے رہے ہیں ﴿كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا﴾ ”جیسا انہوں نے بھلا دیا اس دن کے ملنے کو“، گویا کہ وہ صرف دنیا ہی کے لیے پیدا کئے گئے ہیں ان کے سامنے کوئی مقصد اور کوئی جزا نہیں ﴿وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ﴾ ”اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں کے منکر تھے“۔

حال یہ ہے کہ ان کا یہ کفر و جحود اس بنا پر نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی روشن دلیلوں کو سمجھنے سے قاصر تھے ﴿جَنَّتُهُمْ يَكْتُبُ قَضَائُهُ﴾ ”ہم نے ان کے پاس کتاب پہنچادی ہے جس کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔“ بلکہ ہم تو ان کے پاس ایک ایسی کتاب لے کر آئے جس میں ہم نے وہ تمام مطالب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں مخلوق جن کی محتاج ہوتی ہے ﴿عَلٰی عِلْمٍ﴾ ”خبر داری سے“ یعنی ہر زمان و مکان میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کا علم رکھتا ہے کہ ان کے لیے کیا درست ہے اور کیا درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کھول کھول کر بیان کرنا اس ہستی کا سائنس جو معاملات کا علم نہیں رکھتی اور بعض احوال اس سے اوجھل رہ جاتے ہیں اور اس سے کوئی نامناسب فیصلہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا بیان کرنا اس ہستی کا سا ہے جس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کننا ہے۔ ﴿هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ ”اور وہ مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔“ یعنی اس کتاب کے ذریعے سے اہل ایمان کے لیے گمراہی میں سے ہدایت واضح ہو جاتی ہے۔ حق و باطل اور رشد و ضلالت کے درمیان فرق واضح اور نمایاں ہو جاتا ہے، نیز وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن جاتے ہیں اور یہ دنیا و آخرت میں بھلائی اور سعادت کا نام ہے اور ان سے اس رحمت کے ذریعے سے گمراہی اور شقاوت دور ہو جاتی ہے۔

وہ لوگ جو عذاب کے مستحق ٹھہرے وہ اس عظیم کتاب پر ایمان نہ لائے تھے اور انہوں نے اس کے اوامر و منہیات کے احکام کی تعمیل نہیں کی تھی اب ان کے لیے کوئی چارہ سوائے اس کے نہیں رہا کہ وہ اس عذاب کے مستحق ہوں اور وہ عذاب ان پر ٹوٹ پڑے جس کے بارے میں قرآن نے آگاہ فرمایا تھا۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ﴾ ”کیا اب وہ اسی کے منتظر ہیں کہ اس کا مضمون ظاہر ہو جائے“ یعنی کیا وہ اس امر کے واقع ہونے کا انتظار کر رہے ہیں جس کی خبر دی گئی ہے جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے اس وقت فرمایا تھا جب ان کا خواب سچا ہو گیا ﴿هَٰذَا تَأْوِيلُ رُءُوسِ يَأْتِي مِنْ قَبْلُ﴾ (یوسف: ۱۰۰/۱۰۲) ”یہ حقیقت ہے میرے خواب کی جو اس سے قبل میں نے دیکھا“ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ﴾ ”جس دن ظاہر ہو جائے گا اس کا مضمون“ کہنے لگیں گے وہ لوگ جو اس کو بھول رہے تھے پہلے سے ”یعنی جو کچھ بیت گیا ہے اس پر ندامت اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے“ اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے سفارش تلاش کرتے ہوئے اور اس چیز کا اقرار کر کے جسے لے کر انبیا و مرسلین مبعوث ہوئے۔ کہیں گے: ﴿قَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبَّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ شَفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ﴾ ”بے شک لائے تھے ہمارے سب کے رسول کچھ بات سناوب کوئی ہماری سفارش کرنے والے ہیں تو ہماری سفارش کریں یا ہم لوٹا دیئے جائیں“ ﴿فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ﴾ ”تو ہم عمل کریں خلاف اس کے جو ہم کر رہے تھے“ حالانکہ دنیا کی طرف واپس لوٹنے کا وقت گزر چکا ہے ﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ (المذثر: ۴۸/۷۴)

”پس سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔“ ان کی دنیا میں واپس لوٹنے کی التجا تاکہ وہ نیک عمل کر سکیں، محض جھوٹ ہے ان کا مقصد تو محض اس عذاب کو دور کرنا ہے جو ان پر وارد ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ﴾ (الانعام: ۲۸/۶) ”اگر انہیں دنیا میں دوبارہ بھیج بھی دیا جائے تو یہ وہی کام کریں گے جن سے ان کو روکا گیا ہے۔ بے شک یہ جھوٹے ہیں۔“

﴿قَدْ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ﴾ ”بے شک نقصان میں ڈالا انہوں نے اپنے آپ کو“ جب کہ وہ منافع سے محروم ہو گئے اور ہلاکت کی راہوں پر جانٹکے۔ یہ خسارہ مال اور اثاثوں یا اولاد کا خسارہ نہیں بلکہ یہ تو ایسا خسارہ ہے کہ متاثرین کے لیے اس کی کوئی تلافی ہی نہیں۔ ﴿وَصَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ”اور گم ہو جائے گا ان سے جو وہ افتراء کیا کرتے تھے“ یعنی دنیا میں اپنی خواہشات نفس اور شیطان کے وعدوں کے مطابق بہتان طرازی کیا کرتے تھے اور اب ان کے سامنے وہ کچھ آ گیا جو ان کے کسی حساب ہی میں نہ تھا۔ ان کے سامنے ان کا باطل اور گمراہی اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی صداقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔

اِنَّ رَبَّكُمْ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِى الْاِلَیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهُ حَثِیثًا ۚ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ
اوپر عرش کے وہ ڈھانپتا ہے رات سے دن کو طلب کرتی ہے (رات) اس (دن) کو جلدی جلدی اور (پیدا کئے) سورج اور چاند اور تارے
مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ ۚ اِلَّا لَہٗ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۷﴾
در آسمان کی وہ (سب) تابع ہیں اللہ کے حکم کے آگاہ رہو! اسی کیلئے ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا بہت بابرکت ہے اللہ رب جہانوں کا ۵۷

اللہ تبارک و تعالیٰ واضح کرتا ہے کہ وہ اکیلا رب معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ رَبَّكُمْ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ”بے شک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو“ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے زمین و آسمان کی وسعت، ان کی عظمت، ان کے محکم ہونے، ان کے مہارت کے ساتھ بنے ہوئے اور ان کی انوکھی تخلیق کے باوصف ﴿فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ”چھ دن میں“ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ پہلا دن اتوار تھا اور آخری دن جمعہ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق پوری کر دی اور ان کے اندر اپنے تمام امور و ودیعت کر دیئے۔ ﴿اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ”وہ عرش پر جا ٹھہرا“، یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ عرش عظیم پر مستوی ہوا اور عرش عظیم تمام آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب پر محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش عظیم پر اس طرح مستوی ہوا جس طرح اس کے جلال اس کی عظمت اور اس کی سلطنت کے لائق ہے۔ پس وہ عرش پر مستوی ہوا، اس کا اقتدار تمام ممالک کو شامل ہے اس نے اپنے تمام احکام تکوینی اور احکام

دینی جاری فرمائے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿يَغْشَىٰ اللَّيْلَ﴾ ”اڑھاتا ہے وہ رات کو“ ﴿النَّهَارَ﴾ ”دن پر“ یعنی اندھیری رات روشن دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور زمین پر اندھیرا چھا جاتا ہے انسان آرام کرتے ہیں اور مخلوقات اپنے اپنے مسکنوں میں دن بھر کے آنے جانے اور تھکاوٹ سے آرام پاتے ہیں۔ ﴿يَطْلُبُهُ حَثِيثًا﴾ ”کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا“ جب رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور جب دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے اور یہ گردش لیل و نہار ہمیشہ جاری رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کی بساط لپیٹ دے گا اور بندے اس جہان فانی سے دوسرے جہان میں منتقل ہو جائیں گے۔ ﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسْعَرَاتٌ بِأَمْرِ﴾ ”اور پیدا کئے سورج چاند اور تارے تابع دار اپنے (اللہ) کے حکم کے“ یعنی سورج چاند اور ستارے اس کی تخیروندہیر سے مسخر ہیں، جو اس کے اوصاف کمال کی دلیل ہے۔ پس ان کی تخلیق اور ان کا اتنا بڑا ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر اور اس کائنات کا محکم مضبوط اور منظم ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پر دلالت کرتا ہے اور سورج چاند اور ستاروں میں جو ضروری اور بعض دیگر فوائد اور مصالح رکھے گئے ہیں وہ اس کے بے کراں علم اور بے پایاں رحمت پر دلیل ہیں۔ نیز اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ وہی معبود برحق ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ ”اسی کے لیے ہے پیدا کرنا بھی اور حکم بھی“، یعنی وہی تخلیق کا مالک ہے جس سے تمام مخلوقات مخلوق علوی، مخلوق سفلی، ان کے اعیان، اوصاف اور افعال صادر ہوتے ہیں اور امر کا بھی مالک ہے جو شریعت و نبوت کو متضمن ہے۔ پس ”تخلیق“ اس کے احکام کوئی و قدری کو اور ”امر“ احکام دینی و شرعی کو متضمن ہے اور احکام جزا کا اجرا دار بقا میں ہوگا ﴿تَبَرَّكَ اللَّهُ﴾ یعنی وہ بلند اور عظمت والا ہے اس کی بھلائی اور احسان بہت زیادہ ہے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اپنی عظمت اوصاف اور کمال صفات کی بنا پر بہت بابرکت ہے اور مخلوق کو بے پایاں بھلائی اور بے شمار نیکی سے نوازا کر دوسروں کو بھی برکت عطا کرتا ہے۔ پس اس کائنات میں جو برکات نظر آتی ہیں وہ اس کی رحمت کے آثار ہیں۔ بنا بریں فرمایا: ﴿تَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ ”بڑا بابرکت ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔“ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی صفت عظمت و جلال کا ذکر فرمایا جو عقل مندوں کی اس حقیقت کی طرف راہ نمائی کرتی ہے کہ تمام حوائج میں وہی اکیلا معبود مقصود ہے۔ تو اب اس چیز کا حکم دیا جو اس حقیقت پر مرتب ہوتی ہے۔

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَلَا

پکارو تم اپنے رب کو آہ و زاری کرتے ہوئے اور چپکے چپکے تحقیق وہ نہیں پسند کرتا حد سے تجاوز کرنے والوں کو ۝ اور نہ

تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ

فساد کرو تم زمین میں بعد اس کی اصلاح کے اور پکارو اللہ کو خوف اور طمع کرتے ہوئے یقیناً اللہ کی رحمت

قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾

قریب ہے احسان کرنے والوں کے ○

”دعا“ میں دعائے مسئلہ اور دعائے عبادت دونوں شامل ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ اسے پکاریں ﴿تَضَرَّعًا﴾ ”عاجزی سے“، یعنی گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور جم کر اس کی عبادت کریں۔ ﴿وَحَفِیَّةً﴾ ”اور چپکے سے“، یعنی باواز بلند اور علانیہ نہ گڑگڑائیں جس سے ریا کا خدشہ ہو بلکہ چھپ چھپ کر خالص اللہ تعالیٰ کے لیے آہ وزاری کریں ﴿اِنَّهُ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِلِیْنَ﴾ ”وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا“، یعنی تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ بھی حد سے تجاوز ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کا سوال کرے جو بندے کے لیے درست نہیں یا وہ سرے سے سوال کرنا ہی چھوڑ دے یا وہ بہت زیادہ بلند آواز میں دعا مانگے۔ یہ تمام امور تجاوز حد و د میں شامل ہیں جو ممنوع ہیں۔ ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ﴾ ”اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ“، یعنی اپنی نافرمانیوں کے ذریعے سے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ ﴿بَعْدَ اِصْلَاحِهَا﴾ ”اس کی اصلاح کے بعد“، یعنی اطاعت اور نیکی کے ذریعے سے اس کی اصلاح کر لینے کے بعد، کیونکہ معاصی، اخلاق، اعمال اور رزق کو فاسد کر دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ﴾ (الروم: ۴۱/۳۰) ”لوگوں کی بد اعمالیوں کے سبب سے بحروں میں فساد پھیل گیا۔“ جیسے نیکیوں سے اخلاق، اعمال، رزق اور دنیا و آخرت کے احوال کی اصلاح ہوتی ہے۔

﴿وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾ ”اور اس (اللہ) سے خوف کرتے ہوئے اور امید رکھ کر دعا میں مانگتے رہو۔“ اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اسے پکارو، نیز یہ امید بھی رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرمائے گا اور اس بات سے بھی ڈرو کہ کہیں اللہ تعالیٰ دعا کو رد نہ کر دے۔ اس بندے کی طرح دعا نہ مانگو جو ناز و ادا کے ذریعے سے اپنے رب کے سامنے جرات اور گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو خود پسندی کا شکار ہے اور جس نے اپنے نفس کو اس کی اصل حیثیت سے بڑھ کر حیثیت دی ہے اور نہ اس شخص کی طرح دعا مانگو جو غافل دل کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آداب دعا کے بارے میں جو کچھ ذکر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ دعا میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہو اور دعائے خفی اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کو مضمّن ہے۔ دعا کا چھپانا اور اس کا انخفاء یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ سے خائف ہو اور اس کے ساتھ ساتھ دعا کی قبولیت کی امید رکھتا ہو غافل دل کے ساتھ دعا نہ کرے اپنے آپ کو مامون نہ سمجھے اور نہ قبولیت دعا کے بارے میں بے پروائی کا اظہار کرے اور یہ چیز دعا میں احسان کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ ہر عبادت میں احسان یہ ہے کہ بندہ اس عبادت میں اپنی پوری جدوجہد صرف کر دے اسے نہایت کامل طریقے سے ادا کرے اور کسی طور بھی اس میں نقص واقع نہ ہونے

دے۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مقام احسان پر پہنچنے والے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے والے لوگ۔ پس بندہ جتنا زیادہ احسان کے مقام پر فائز ہوگا اتنی ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے قریب ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں احسان کی ترغیب ہے جو مخفی نہیں۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيْحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ اِذَا اَقْلَتْ
اور وہی ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبری دینے والی پہلے اپنی رحمت سے، یہاں تک کہ جب وہ اٹھاتی ہیں
سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَهُ لِّبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَاهُ اِلَيْهِ الْمَاءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ
بھاری بادل کو تو ہاتھتے ہیں ہم انکو ایک شہر مردہ کی طرف پھراتا رہتے ہیں ہم انکے ذریعے پانی پھر نکالتے ہیں ہم انکے ذریعے سے
مِّنْ كُلِّ الشَّجَرِۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذْكُرُوْنَ ۝۵۷
ہر طرح کے میوے اسی طرح نکالیں گے ہم مردوں کو (قبروں سے) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○ اور شجر
الطَّيْبِ يَخْرُجُ نَبَاتُهُۥ بِاِذْنِ رَبِّهٖۚ وَالَّذِيۭ حَبَتْ لَا يُخْرِجُ اِلَّا
پاکیزہ (عمدہ زمین) نکلتی ہے اس کی انگوری اپنے رب کے حکم سے اور جو (زمین) خراب ہے نہیں نکلتی (اس کی انگوری) مگر
نَكِدًا كَذٰلِكَ نَصْرِفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ لَّا يَشْكُرُوْنَ ۝۵۸
ناقص، اسی طرح پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے جو شکر کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قدرت اور رحمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيْحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ﴾ اور وہی ہے جو چلاتا ہے ہوائیں خوشخبری لانے والی اس کی رحمت (بارش) سے پہلے، یعنی وہ ہوائیں جو بارش کی خوشخبری دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادلوں کو زمین سے اٹھاتی ہیں اور مخلوق اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کو دیکھ کر خوش ہوتی ہے اور اس کے برسنے سے قبل ان کے دلوں میں خوشی کے کنول کھل اٹھتے ہیں ﴿حَتَّىٰ اِذَا اَقْلَتْ﴾ یہاں تک کہ جب وہ اٹھالاتی ہیں، یعنی ہوائیں ﴿سَحَابًا ثِقَالًا﴾ بھاری بادلوں کو، بعض ہوائیں ان بادلوں کو اٹھاتی ہیں، بعض دوسری ہوائیں ان کو اکٹھا کرتی ہیں اور کچھ ہوائیں ان کو باردار کرتی ہیں ﴿سُقْنَهُ لِّبَلَدٍ مَّيِّتٍ﴾ تو ہاتھ دیتے ہیں ہم اس (بادل) کو ایک مردہ شہر کی طرف، اس علاقے کے حیوانات ہلاکت کے قریب اور وہاں کے باسی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو چلے تھے ﴿فَاَنْزَلْنَاهُ اِلَيْهِ الْمَاءَ﴾ پھر اس (بادل) سے مینہ برساتے ہیں۔ یعنی اس بادل کے ذریعے سے ہم نے اس مردہ زمین پر خوب پانی برسایا، اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا کو مسخر کیا جو بادلوں کو پانی سے لبریز کرتی ہے اور دوسری ہوا اللہ کے حکم سے ان بادلوں کو لخت لخت کر کے بکھیرتی ہے ﴿فَاَخْرَجْنَا بِهٖۚ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِۭ﴾ پھر نکالتے ہیں ہم اس سے ہر طرح کے پھل، پس وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر

خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی بھلائی سے خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ﴿كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ ”اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو تاکہ تم نصیحت پکڑو“، یعنی جس طرح ہم نے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کونباتات کے ذریعے سے زندہ کیا اسی طرح ہم مردوں کو جب وہ اپنی قبروں میں ریزہ ریزہ ہو کر مٹی بن چکے ہوں گے زندہ کریں گے۔ یہ استدلال بہت واضح ہے دونوں امور میں کوئی فرق نہیں۔ زندگی بعد موت کو بعید سمجھتے ہوئے اس کا انکار کرنا۔۔۔۔۔ حالانکہ اس کا انکار کرنے والا اس کے نظائر کا مشاہدہ کرتا ہے۔۔۔۔۔ عناد اور محسوسات کے انکار کے زمرے میں آتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چشم غفلت سے دیکھنے کی بجائے چشم عبرت سے ان میں غور کرنے اور تدبر و تفکر کی ترغیب دی گئی ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان مختلف قطعات زمین میں تفاوت کا ذکر فرمایا ہے جس پر بارش برتی ہے۔ ﴿وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ﴾ ”اور جو شہر پاکیزہ ہے“، یعنی جس کی مٹی اور اصل پاکیزہ ہے جب اس پر بارش اترتی ہے ﴿يَخْرُجُ نَبَاتٌ﴾ ”اس کا سبزہ نکلتا ہے“ جو اس کے لیے تیار ہوتی ہے ﴿وَالَّذِينَ رَفَعُوا﴾ ”اس کے رب کے حکم سے“ یہ نباتات اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے سے ظاہر ہوتی ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو تو اشیا کے وجود میں اسباب کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتے۔ ﴿وَالَّذِينَ حَبَّتْ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا﴾ ”اور جو خراب زمین ہے اس میں سے خراب اور خسیس نباتات ہی نکلتی ہیں“ جس میں کوئی فائدہ اور کوئی برکت نہیں ہوتی۔ ﴿كَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ﴾ ”اسی طرح ہم آیتوں کو شکر گزار لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔“، یعنی ہم آیات کی مختلف انواع اور مثالیں ان لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف اور اقرار کر کے اس کے شکر گزار ہوتے ہیں اور ان نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔ پس یہی لوگ ہیں جو ان احکام اور مطالب الہیہ سے مستفید ہوتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تفصیل بیان کی ہے کیونکہ وہ ان احکام الہیہ کو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت خیال کرتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس پہنچی ہے اور وہ اپنے آپ کو اس نعمت کا محتاج سمجھتے ہوئے اسے خوشی خوشی قبول کرتے ہیں اور ان احکام میں غور و فکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی استعداد کے مطابق ان کے سامنے ان احکام کے معانی بیان کر دیتا ہے۔

یہ دلوں کے لیے ایک مثال ہے جب ان پر وحی الہی کا نزول ہوتا ہے یہ مادہ حیات ہے اور بادل بارش کا مادہ ہے۔ قلوب طاہرہ کے پاس جب وحی آتی ہے تو اسے قبول کرتے ہیں اور اسے سیکھتے ہیں اور اپنی فطرت کی پاکیزگی اور اپنے عنصر کی اچھائی کے مطابق نشو و نما پاتے ہیں۔ قلوب خبیثہ جن میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی جب ان کے پاس وحی آتی ہے تو وہ قابل قبول مقام محل نہیں پاتی بلکہ وہ انہیں غافل اور روگرداں یا مخالفت کرنے والے پاتی ہے۔ پس اس کی مثال اس بارش کی مانند ہے جو شور زدہ زمین ریت کے ٹیلوں اور چٹانوں پر برستی ہے تو ان پر کوئی اثر

تھے جبکہ وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ﴿فَقَالَ نُوحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ﴾ نے ان سے فرمایا: ﴿يَقَوْمُ اعْبُدُوا اللَّهَ﴾ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ﴿مَا لَكُمْ مِّنَ الْوَعْدِ﴾ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیونکہ وہی خالق و رازق اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے اور اس کے سوا ہر چیز مخلوق اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر و تصرف کے تحت ہے اور کسی معاملے میں اسے کوئی اختیار نہیں۔ پھر انہیں عدم اطاعت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ میں ڈرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے، یہ ان کے لیے نوح علیہ السلام کی خیر خواہی اور شفقت ہے کہ وہ ان کے بارے میں ابدی عذاب اور دائمی بدبختی سے خائف ہیں جیسے ان کے بھائی دیگر انبیاء و مرسلین مخلوق پر ان کے ماں باپ سے زیادہ شفقت رکھتے تھے۔

جب نوح علیہ السلام نے ان سے یہ بات کہی تو انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو بدترین جواب دیا: ﴿قَالَ الْمَلَأَمِنْ قَوْمَهُ﴾ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا، یعنی سرداروں اور دولت مند راہنماؤں نے کہا، حق کے سامنے تکبر کرنا اور انبیاء و مرسلین کی اطاعت نہ کرنا ہمیشہ سے ان کی عادت رہی ہے ﴿إِنَّا لَنُرِيكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ ہم دیکھتے ہیں تجھ کو صریح بہکا ہوا، انہوں نے اسی پر بس نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے۔ کہ انہوں نے انبیاء و رسل کی اطاعت نہیں کی بلکہ وہ جناب نوح علیہ السلام سے تکبر کے ساتھ پیش آئے اور ان کی عیب چینی کی اور ان کو گمراہی سے منسوب کیا پھر انہوں نے آں جناب کو مجر و گمراہ کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ایسی گمراہی سے منسوب کیا جو ہر ایک پر واضح ہوتی ہے۔ یہ انکار حق اور عناد کی بدترین قسم ہے جو کمزور لوگوں میں عقل و فہم نہیں چھوڑتی یہ وصف تو قوم نوح پر منطبق ہوتا ہے جو بتوں کو خدا مانتے ہیں جن کو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے پتھروں کو تراش کر بنایا ہے۔ جو سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ان کے کسی کام آ سکتے ہیں۔ انہوں نے ان خداؤں کو وہی مقام دے دیا جو اس کائنات کو پیدا کرنے والے کا مقام ہے اور ان کے تقرب کے حصول کی خاطر مختلف عبادات ان کے لیے مقرر کر دیں۔ اگر ان کا ذہن نہ ہوتا جس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوتی ہے تو ان کے بارے میں یہی فیصلہ ہوتا کہ فاجر العقل لوگ ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں بلکہ ان سے زیادہ عقل مند ہیں۔

نوح علیہ السلام نے نہایت لطیف پیرائے میں جواب دیا جو ان میں رقت پیدا کرے شاید کہ وہ اطاعت کرنے لگیں۔ ﴿يَقَوْمُ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ﴾ اے میری قوم! مجھ میں کسی طرح کی گمراہی نہیں ہے۔ یعنی میں کسی بھی مسئلہ میں کسی طرح بھی گمراہ نہیں ہوں بلکہ میں تو ہدایت یافتہ اور راہ ہدایت دکھانے والا ہوں، بلکہ آنجناب کی راہ نمائی دیگر اولوالعزم رسولوں کی راہ نمائی کی جنس سے ہے اور راہنمائی کی نہایت اعلیٰ اور کامل ترین نوع ہے اور یہ ہے رسالت کاملہ و تامہ کی راہ نمائی۔ بنا بریں فرمایا ﴿وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾ لیکن میں تو رسول ہوں رب

العالمین کی طرف سے، یعنی جو میرا تمہارا اور تمام مخلوق کا رب ہے، جو مختلف انواع کی ربوبیت کے ذریعے سے مخلوق کو نوازتا ہے اس کی سب سے بڑی ربوبیت یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی طرف اپنے رسول بھیجے جو انہیں اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ اور عقائد صحیحہ کا حکم دیتے ہیں اور ان کے منافی اور متضاد امور سے روکتے ہیں۔ ﴿أَبْلَغُكُمْ رَسُولٌ مِّنْ رَبِّكَ وَأَنْصَحُ لَكُمْ﴾ ”پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور خیر خواہی کرتا ہوں تمہاری“ یعنی میری ذمہ داری نہایت خیر خواہی اور شفقت کے ساتھ تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے اوامر و نواہی وضاحت کے ساتھ پہنچا دینا ہے۔ ﴿وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ ”اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جو تم نہیں جانتے“ اس لیے جو چیز متعین ہے وہ یہ ہے کہ تم میری اطاعت کرو اور اگر تم علم رکھتے ہو تو میرے حکم کی تعمیل کرو۔

﴿أَوْ عَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنْكُمْ﴾ ”کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی“، یعنی تم اس حالت پر کیوں کر تعجب کرتے ہو جس پر تعجب نہیں ہونا چاہئے وہ یہ کہ تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک شخص کے ذریعے سے، جس کی حقیقت صداقت اور حال سے تم واقف ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یاد دہانی، نصیحت اور خیر خواہی آئی؟ یہ صورت حال تم پر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا احسان ہے جس کو شکرگزاری کے ساتھ قبول کیا جانا چاہئے۔ ﴿لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ ”تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم پر ہیزگار بنو اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے“، یعنی تاکہ وہ تمہیں دردناک عذاب سے ڈرائے اور تاکہ تم ظاہری اور باطنی طور پر تقویٰ پر عمل کر کے اپنے لیے نجات کے اسباب مہیا کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت حاصل ہوتی ہے۔

مگر ان کی بابت نوح علیہ السلام کی کوششیں کامیاب نہ ہوئیں ﴿فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلِّ﴾ ”پس انہوں نے اس کو جھٹلایا، پھر ہم نے بچا لیا اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں“، یعنی اس کشتی میں ان کو نجات دی جس کو بنانے کا اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور ان کی طرف وحی فرمائی کہ وہ تمام حیوانات میں سے ایک ایک جوڑا اپنے گھر والوں اور اپنے ساتھی اہل ایمان کو اس کشتی میں سوار کر لیں۔ انہوں نے ان سب کو سوار کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کے ذریعے سے ان کو نجات دی۔ ﴿وَأَعْرِفْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ﴾ ”اور غرق کر دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو بے شک وہ لوگ اندھے تھے“ یعنی وہ ہدایت سے اندھے تھے، انہوں نے حق کو دیکھ لیا تھا، اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے ہاتھ پر ان کو ایسی کھلی نشانیاں دکھائی تھیں کہ عقلمند لوگ ان پر ایمان لے آتے ہیں مگر انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کا تمسخر اڑایا، آنجناب کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے اور ان کا انکار کیا۔

وَالِی عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا ۖ قَالَ یَقُومُوا عِبَادُ اللَّهِ مَا لَکُمْ مِّنَ اللَّهِ عَصِیَۃٌ
 اور (حیجاہم نے) طرف عاد کی انکے بھائی ہود کو اس نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو تم اللہ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود سوائے اس کے
 أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۳۵﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِینَ کَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرُکَ فِی
 کیا پس نہیں ڈرتے تم؟ ۳۵ کہا ان چودھریوں نے جنہوں نے کفر کیا تھا اس کی قوم میں سے بلاشبہ ہم البتہ دیکھتے ہیں تجھے
 سَفَاهَۃً ۚ وَإِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکَذِبِیْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ یَقُومُوا لَیْسَ بِی سَفَاهَۃٌ
 بیوقوفی میں اور یقیناً ہم گمان کرتے ہیں تجھے جھوٹوں میں سے ۳۶ کہا (ہود نے) اے میری قوم! نہیں ہے میرے ساتھ بیوقوفی
 وَلَکِنِّی رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ﴿۳۷﴾ اُبَلِّغُکُمْ رِسَالَاتِ رَبِّیْ وَ أَنَا لَکُمْ
 لیکن میں تو رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے ۳۷ پہنچاتا ہوں تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں تمہارے لیے
 نَاصِحٌ أَمِیْنٌ ﴿۳۸﴾ أَوْ عَجِبْتُمْ أَنِ جَاءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ
 غیر خواہ ہوں امین ہوں ۳۸ کیا تعجب کرتے ہو تم اس بات سے کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اوپر ایسے آدمی کے
 مِّنْکُمْ لَیُبْذِرْکُمْ ۚ وَ اذْکُرُوا اِذْ جَعَلْکُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ
 جو تم ہی میں سے ہے تاکہ ڈرائے وہ تمہیں اور یاد کرو جبکہ اس نے بنایا تمہیں ایک دوسرے کا جانشین بعد قوم نوح کے
 وَ زَادْکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصۜطَۃً ۚ فَادْکُرُوا الْاَیَّامَ الَّتِیْ لَعَلْکُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۹﴾
 اور زیادہ دیا تمہیں قد و قامت میں پھیلاؤ ۳۹ پس یاد کرو تم نعمتیں اللہ کی تاکہ تم فلاح پاؤ ۳۹
 قَالُوا اِجْعَلْنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَ نَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا
 انہوں نے کہا! کیا آیا ہے تو ہمارے پاس اس لیے کہ عبادت کریں ہم اللہ کیلئے اور چھوڑیں انہیں جن کی تھے عبادت کرتے ہمارے باپ دادا؟
 فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْکُمْ
 پس لے آ تو ہم پر وہ (عذاب) جس سے ڈراتا ہے تو ہمیں اگر ہے تو سچوں میں سے ۴۰ کہا (ہود نے) تحقیق ثابت ہو گیا تم پر
 مِّنْ رَبِّکُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ۚ اتَّجَادِلُوْنِیْ فِیْٓ اَسْمَاءِ سَبَّیْتُمُوْهَا
 تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب ۴۱ کیا جھگڑتے ہو تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں کہ رکھ لیے ہیں وہ
 اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُکُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ
 تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے؟ نہیں نازل فرمائی اللہ نے ان کی کوئی دلیل سوا انتظار کرو تم بے شک میں بھی تمہارے ساتھ
 مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۴۲﴾ فَانْجِیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهُ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ
 انتظار کر نیا والوں میں سے ہوں ۴۲ پھر نجات دی ہم نے ہود کو اور انکو جو اس کیساتھ تھے اپنی رحمت کے اور کاٹ دی ہم نے جڑ

الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۳﴾

ان کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو اور نہ تھے وہ ایمان لانے والے ۴۳

﴿وَالِ عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا﴾ اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ یعنی ہم نے عاد والی کی طرف جو سرزمین یمن میں آباد تھے ان کے نسب بھائی ہود علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا جو ان کو توحید کی دعوت دیتے تھے اور ان کو شرک اور زمین میں سرکشی سے روکتے تھے ﴿قَالَ يَقُومُوا عَبْدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں پس کیا تم ڈرتے نہیں۔ اپنے اس رویے پر قائم رہتے ہوئے تمہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے ڈر نہیں لگتا؟ مگر انہوں نے حضرت ہود کی بات مانی نہ ان کی اطاعت کی۔ ﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ﴾ ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے۔ یعنی ان کی قوم کے سرداروں نے ان کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے اور ان کی رائے میں عیب چینی کرتے ہوئے کہا: ﴿إِنَّا لَنَرُّكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَنْظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾ ہم تجھے بیوقوف اور بے راہ رو سمجھتے ہیں اور ہمارا ظن یہ ہے کہ تو جھوٹا ہے۔

ان کے سامنے حقیقت بدل گئی اور ان کا اندھا پن مستحکم ہو گیا کیونکہ انہوں نے اپنے نبی (علیہ السلام) کی مذمت کی اور ایسے وصف کو ان کی طرف منسوب کیا جس سے خود متصف تھے، حالانکہ ہود علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ اس وصف سے دور تھے۔ درحقیقت وہ خود بیوقوف اور جھوٹے تھے۔

اس شخص سے بڑھ کر کون بیوقوف ہو سکتا ہے جو سب سے بڑے حق کو ٹھکراتا اور اس کا انکار کرتا ہے۔ جو تکبر سے راہ ہدایت دکھانے والوں اور خیر خواہوں کی اطاعت نہیں کرتا۔ جو اپنے دل و جاں سے ہر سرکش شیطان کی اطاعت کرتا ہے اور غیر مستحق ہستیوں کی عبادت کرتا ہے چنانچہ وہ پتھروں اور درختوں کی عبادت کرتا ہے جو اس کے کسی کام نہیں آسکتے۔ اور اس شخص سے بڑھ کر کون جھوٹا ہو سکتا ہے جو ان مذکورہ امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے؟ ﴿قَالَ يَقُومُوا لَيْسَ فِي سَفَاهَةٍ﴾ انہوں نے کہا اے میری قوم میں بے عقل نہیں، یعنی وہ کسی طرح بھی بیوقوف نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول راہ ہدایت دکھانے والے اور ہدایت یافتہ ہیں ﴿وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ میں جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ ﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾ میں پہنچاتا ہوں تم کو اپنے رب کے پیغام اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں، اعتماد کے لائق، پس تم پر فرض ہے کہ تم میری رسالت کو مانتے ہوئے اور بندوں کے رب کی اطاعت کرتے ہوئے اسے قبول کرو۔

﴿أَوْ عَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ﴾ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں ڈرائے۔ یعنی تم ایسے معاملے میں کیوں کر تعجب کرتے ہو جس پر تعجب نہیں ہونا چاہئے اور وہ معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے ایک شخص کو جس کو تم خوب جانتے ہو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے وہ تمہیں ان باتوں کی یاد دہانی کراتا

ہے جن میں تمہارے مصالح نہاں ہیں اور تمہیں ان امور کی ترغیب دیتا ہے جن میں تمہارے لیے فائدہ ہے اور تم اس پر اس طرح تعجب کرتے ہو جیسے منکرین تعجب کرتے ہیں۔ ﴿وَإِذْ كُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ﴾ اور یاد کرو جب کہ تم کو جانشین بنایا قوم نوح کے بعد، یعنی تم اپنے رب کی حمد و ثناء بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو کیونکہ اس نے تمہیں زمین میں اقتدار عطا کیا اور اس نے تمہیں ہلاک ہونے والی قوموں کا جانشین بنایا جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس پاداش میں ہلاک کر دیا اور تمہیں باقی رکھا تا کہ وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ تم رسولوں کی تکذیب پر جیسے رہنے سے بچو جیسے وہ جیسے رہے ورنہ تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک ہو گا جو ان کے ساتھ ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد رکھو جو اس نے تمہارے لیے مختص کی اور وہ نعمت یہ ہے ﴿وَإِذْ أَدَّكُمْ فِي الْخَلْقِ بَضْطَةً﴾ ”اس نے زیادہ کر دیا تمہارے بدن کا پھیلاؤ“ یعنی اس نے تمہیں بہت زیادہ قوت بڑے بڑے مضبوط جسم اور نہایت سخت پکڑ عطا کی۔ ﴿فَإِذْ كُرُوا الْآلَاءَ اللَّهِ﴾ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، یعنی تم اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نعمتوں اور اس کے مکرر احسانات کو یاد رکھو ﴿لَعَلَّكُمْ﴾ ”تا کہ تم“ یعنی اگر تم ان نعمتوں کو شکر گزاری کے ساتھ اور ان کا حق ادا کرتے ہوئے یاد رکھو گے ﴿تُقْلِحُونَ﴾ ”کا میاب ہو جاؤ“ یعنی اپنے مطلوب و مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے اور اس چیز سے نجات پا لو گے جس سے ڈرتے ہو۔ ہود علیہ السلام نے ان کو نصیحت کی، ان کو توحید کا حکم دیا اور ان کے سامنے خود اپنے اوصاف بیان کئے اور فرمایا کہ وہ ان کے لیے نہایت امانت دار خیر خواہ ہیں۔ انہیں اس بات سے ڈرایا کہ کہیں اللہ تعالیٰ ان کا اسی طرح مواخذہ نہ کرے جس طرح اس نے ان سے پہلی قوموں کا مواخذہ کیا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلانیں اللہ تعالیٰ کا احسان یاد دلایا جو وافر رزق کی صورت میں ان پر کیا گیا۔ مگر انہوں نے جناب ہود علیہ السلام کی اطاعت کی نہ ان کی دعوت کو قبول کیا۔

﴿قَالُوا﴾ انہوں نے ہود علیہ السلام کی دعوت پر تعجب کرتے اور ان کو خبردار کرتے ہوئے کہ یہ بہت محال ہے کہ وہ ان کی اطاعت کریں کہا: ﴿أَجَعَلْنَا لِلنَّبِيِّ وَاللَّهِ وَحْدَةً وَمَا كَانَ يُعْبَدُ آبَاؤُنَا﴾ ”کیا تو ہمارے پاس اس واسطے آیا کہ ہم صرف ایک اللہ کی بندگی کریں اور ان کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے“ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے کہ انہوں نے اس امر کے مقابلے میں جو سب سے زیادہ واجب اور سب سے زیادہ کامل ہے اس مذہب کو پیش کیا جس پر انہوں نے اپنے آباء و اجداد کو گامزن پایا۔ اپنے گمراہ آباء و اجداد کے شرک اور عبادت اصنام کو انبیا و مرسلین کی دعوت یعنی اللہ وحدہ لا شریک کی توحید پر ترجیح دی اور اپنے نبی کو جھٹلایا اور کہنے لگے: ﴿فَاتَيْنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ ”پس لے آ تو ہمارے پاس جس چیز سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے“ یہ مطالبہ خود ان کی طرف سے تھا۔ ﴿قَالَ﴾ ہود علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ﴾

رَجَسٌ وَغَضَبٌ ”تم پر واقع ہو چکا ہے تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ“ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کا واقع ہونا اٹل ہے کیونکہ اس کے اسباب وجود میں آگئے اور ان کی ہلاکت کا وقت قریب آگیا **﴿اَتَجَادِلُوْنِي فِيْ اَسْمَاءٍ سَبَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ﴾** ”کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے خود رکھ لیے ہیں۔“ یعنی تم ایسے امور میں میرے ساتھ کیوں کر جھگڑتے ہو جن کی کوئی حقیقت نہیں اور ان بتوں کے بارے میں میرے ساتھ کیسے بحث کرتے ہو جن کو تم نے معبودوں کے نام سے موسوم کر رکھا ہے حالانکہ ان کے اندر الوہیت کی ذرہ بھر بھی صفت نہیں **﴿مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾** ”اللہ نے ان پر کوئی دلیل نہیں اتاری“ کیونکہ اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی تائید میں ضرور کوئی دلیل نازل فرماتا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل کا عدم نزول ان کے باطل ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ کوئی ایسا مطلوب و مقصود نہیں۔۔۔ خاص طور پر بڑے بڑے امور۔۔۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے دلائل و براہین کو بیان نہ فرمادیا ہو اور ایسی حجت نازل نہ فرمادی ہو جس کے ہوتے مطلوب و مقصود مخفی نہیں رہ سکتا۔

﴿فَاَنْتَظِرُوْا﴾ ”پس تم انتظار کرو۔“ یعنی پس اس عذاب کا انتظار کرو جو تم پر ٹوٹ پڑنے والا ہے جس کا میں نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے **﴿اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾** ”میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں“ اور انتظار کی دونوں اقسام میں فرق ہے ایک انتظار اس شخص کا انتظار ہے جو عذاب کے واقع ہونے سے ڈرتا ہے دوسرا انتظار اس شخص کا انتظار ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد اور ثواب کا امیدوار ہے۔ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے درمیان فیصلہ فرمادیا۔ **﴿فَاَنْجِبْنٰهُ﴾** پس ہم نے ہود علیہ السلام کو نجات دے دی **﴿وَالَّذِيْنَ﴾** ”اور ان کو جو ایمان لائے تھے“ **﴿مَعَهُۥ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا﴾** ”اُس کے ساتھ اپنی رحمت سے“ کیونکہ وہی ہے جس نے ان کی ایمان کی طرف راہ نمائی کی اور ان کے ایمان کو ایسا سبب بنایا جس کے ذریعے سے وہ اس کی رحمت حاصل کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کو نجات عطا کر دی۔ **﴿وَقَطَعْنَا دَاۤیْرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا﴾** ”اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کی جڑ کاٹ دی۔“ یعنی ہم نے سخت عذاب کے ذریعے سے ان کی جڑ کاٹ دی اور اس عذاب نے ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر نامبارک سخت ہوا مسلط کر دی۔ وہ جس چیز پر بھی چلتی اسے ریزہ ریزہ کرتی چلی جاتی۔ پس وہ ہلاک کر دیئے گئے اور وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کہیں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ پس ان لوگوں کا انجام دیکھو جن کو اس انجام سے ڈرایا گیا تھا ان پر حجت قائم کی گئی تھی مگر انہوں نے تسلیم نہ کیا ان کو ایمان لانے کا حکم دیا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے۔ تب ان کا انجام ہلاکت رسوائی اور فضیحت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ **﴿وَاَنْتَبِعُوا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَا اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ﴾** (ہود: ۶۰/۱۱) ”اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کا پیچھا کرتی رہی اور قیامت کے روز بھی یہ

لغت ان کے پیچھے لگی رہے گی۔ دیکھو عاد نے اپنے رب کا انکار کیا اور دیکھو ہود کی قوم عاد پر پھٹکار ہے۔
یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَقَطَعْنَا دَايِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ﴾ اور
جڑ کاٹ دی ہم نے ان کی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو اور نہیں مانتے تھے، یعنی وہ کسی طرح بھی ایمان نہ لائے
تھے بلکہ تکذیب اور عناد ان کا وصف، تکبر اور فساد ان کی پہچان تھی۔

وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَقُومِ عَبْدُ وَاللَّهِ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ
اور (بھجباہم نے) طرف ثمود کی انکے بھائی صالح کو (صالح نے) کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ کی نہیں تمہارے لیے کوئی معبود وائے اسکے
قَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ
تحقیق آگئی ہے تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے یونہی ہے اللہ کی تمہارے لیے خاص نشانی پس چھوڑ دو تم سے کہ جرتی پھرے
فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمْسُوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ إِلِيمٍ ﴿٤٦﴾ وَادْكُرُوا إِذْ
اللہ کی زمین میں اور مت ہاتھ لگانا اسے ساتھ برائی کے ورنہ پکڑ لے گا تمہیں عذاب دردناک ○ اور یاد کرو جب کہ
جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ
اس نے بنایا تمہیں ایک دوسرے کا جانشین بعد عاد کے اور ٹھکانا دیا تمہیں زمین میں بناتے ہو تم
مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا فَادْكُرُوا الْآيَةَ اللَّهِ وَلَا
اس کی نرم (مٹی) سے محلات اور (بناتے ہو تم) تراش کر پہاڑوں کو گھر پس یاد کرو تم نعمتیں اللہ کی اور مت
تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٤٧﴾ قَالَ الْبَلَاءُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ
پھر زمین میں فساد ی بن کر ○ کہا ان وڈیروں نے جنہوں نے تکبر کیا اس کی قوم میں سے
لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُرْسَلٌ
واسطے ان لوگوں کے جو کمزور سمجھے جاتے تھے جو ایمان لے آئے تھے ان میں سے کیا تم جانتے ہو کہ صالح فرستادہ ہے
مِّنْ رَبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٤٨﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا
اپنے رب کا؟ کہا انہوں نے یقیناً ہم اس چیز پر کہ بھیجا گیا ہے وہ ساتھ اسکا ایمان لاتے ہیں ○ کہا انہوں نے جنہوں نے تکبر کیا یقیناً ہم
بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَفَرُونَ ﴿٤٩﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا
ساتھ اس چیز کے کہ ایمان لائے ہو تم اس پر کہ کفر کرتے ہیں ○ پس کاٹ ڈالیں انہوں نے ٹانگیں اونٹنی کی اور سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور کہا
يُصْلِحْ أَمْنًا بِمَا تَعِدْنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٥٠﴾ فَآخَذَتْهُمْ رَجْفَةٌ
اسے صالح! لے آہم پر وہ عذاب کہ ڈراتا ہے تو ہمیں (اس سے) اگر ہے تو بھیجے ہوئے (رسولوں) میں سے ○ تو پکڑ لیا انہیں زلزلے نے
فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَيِّينَ ﴿٥١﴾ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ
پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ○ پس پھر اوہ ان سے اور کہا اے میری قوم! بلاشبہ پہنچا دیا تمہیں نے تمہیں

رِسَالَةٌ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّوْنَ التَّصْحِيْنَ ۝۹۱

پیغام اپنے رب کا اور خیر خواہی کی تھی میں نے تمہاری اور لیکن نہیں پسند کرتے تم خیر خواہوں کو ○

﴿وَالِیْ شَمُوْدَ﴾ اور شموذ کی طرف، شموذ قدیم عربوں کا معروف قبیلہ تھا جو جزیرۃ العرب اور ارض حجاز میں حجر اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں آباد تھا ﴿اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر ان کی طرف مبعوث کیا جو انہیں توحید اور ایمان کی دعوت دیتے تھے اور انہیں شرک اور اللہ تعالیٰ کے ہمسر گھرنے سے روکتے تھے۔ ﴿قَالَ یَقُوْمُ اَعْبُدْ وَاللّٰهُ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ﴾ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ صالح علیہ السلام کی دعوت بھی وہی تھی جو ان کے بھائی دیگر انبیاء و مرسلین کی دعوت تھی یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دینا اور یہ واضح کر دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بندوں کا کوئی الٰہ نہیں ﴿قَدْ جَاءَ تِلْکَ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّکُمْ﴾ ”تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک معجزہ آچکا ہے۔“ یعنی ایک خارق عادت دلیل تمہارے پاس آ گئی ہے جو آسمانی معجزہ ہے اور انسان اس قسم کی نشانی پیش کرنے پر قادر نہیں۔ پھر اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿هٰذِہٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةٌ﴾ ”یہی اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے معجزہ ہے۔“ یہ شرف و فضل کی حامل اونٹنی ہے کیونکہ اللہ کی طرف اس کی اضافت اس کے شرف کی باعث ہے اور اس میں تمہارے لیے ایک عظیم نشانی ہے۔ صالح علیہ السلام نے اس اونٹنی کے معجزہ ہونے کی وجہ بیان فرمائی: ﴿لَهَا شَرْبٌ وَلَكُمْ شَرْبٌ یَّوْمَ مَعْلُوْمٍ﴾ (الشعراء: ۱۵۵/۲۶) ”ایک دن اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے پانی پینے کی باری ہے۔“ ان کے ہاں ایک بہت بڑا کنواں تھا جو ”اونٹنی والا کنواں“ کے نام سے معروف تھا۔ اسی کنوئیں سے وہ اور اونٹنی اپنی اپنی باری کے مطابق پانی پیتے تھے۔ ایک دن اونٹنی کے پانی پینے کے لیے مقرر تھا۔ وہ اس اونٹنی کے تھنوں سے دودھ پیتے تھے۔ ایک دن لوگوں کے لیے مقرر تھا اس دن وہ کنوئیں پر پانی لینے کی غرض سے آتے تو اونٹنی وہاں سے چلی جاتی۔ ان کے نبی صالح علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ﴾ ”پس اس کو چھوڑ دو کہ کھائے اللہ کی زمین میں“ تم پر اس اونٹنی کا کچھ بھی بوجھ اور ذمہ داری نہیں ﴿وَلَا تَسْوْءُوْهَا بِسَوْءٍ﴾ ”اور نہ ہاتھ لگاؤ اس کو بری طرح“ یعنی اس کی کونچیں وغیرہ کاٹنے کی نیت سے اسے مت چھونا۔ ﴿فَیَاْخُذْکُمْ عَذَابُ الْیَوْمِ﴾ ”ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب آ لے گا۔“

﴿وَإِذْ کَرُّوْا اِذْ جَعَلْکُمْ خُلَفَآءَ﴾ ”اور یاد کرو جب اس نے تمہیں جانشین بنایا“ یعنی یاد کرو اس وقت کو جب زمین میں تمہیں جانشین بنایا، تم اس زمین سے فائدہ اٹھاتے ہو اور اپنے مقاصد حاصل کرتے ہو: ﴿مِّنْۢ بَعْدِ عَادٍ﴾ ”عاد کے بعد“ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد تمہیں ان کا جانشین مقرر کیا۔ ﴿وَبَآءَ اَکْمَرُ فِی الْاَرْضِ﴾ ”اور تمہیں زمین پر آباد کیا۔“ یعنی اس نے زمین میں تمہیں ٹھکانا عطا کیا اور اس نے تمہیں وہ اسباب مہیا کئے جن کے ذریعے

سے تم اپنے ارادوں اور مقاصد کو پورا کرتے ہو۔ ﴿تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا﴾ اور بناتے ہو تم نرم زمین میں محل، یعنی نرم اور ہموار زمین پر جہاں پہاڑ نہیں ہوتے۔۔۔ تم قصر تعمیر کرتے ہو ﴿وَتَنْجُونَ الْجِبَالَ بَيُوتًا﴾ اور پہاڑوں کو تراش تراش کر بناتے ہو گھر، جیسا کہ پہاڑوں میں ان کے آثار اور مسکن وغیرہ دیکھ کر اب تک مشاہدہ ہوا ہے اور جب تک یہ پہاڑ باقی ہیں یہ آثار بھی باقی رہیں گے۔

﴿فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ﴾ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔، یعنی تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو کہ اس نے تمہیں اپنے فضل و کرم، رزق اور قوت سے نوازا۔ ﴿وَلَا تَعْتَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾ اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔، یعنی فساد اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے ذریعے سے زمین کو مت اجاڑو کیونکہ گناہ آ باد شہروں کو بیابان بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے شہران سے خالی ہو گئے اور ان کے مسکن بے آباد اجڑے ہوئے باقی رہ گئے۔

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ﴾ اس کی قوم کے وہ رؤسا اور اشراف جنہوں نے تکبر سے حق کو ٹھکرایا۔ انہوں نے کہا ﴿لَلَّذِينَ اسْتَضَعُّوا﴾ ان لوگوں سے جو کمزور تھے، چونکہ تمام مستضعفین مومن نہ تھے ﴿لَسَنَ أَمِّنٌ مِنْهُمْ اتَّعَلِمُونَ أَنَّنَّ صَالِحًا مُرْسِلًا مِنْ رَبِّهِ﴾ کہ جو ان میں سے ایمان لا چکے تھے کیا تم جانتے ہو کہ صالح کو اس کے رب نے بھیجا ہے؟، یعنی انہوں نے ان مستضعفین سے کہا جو صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے کہ آیا صالح علیہ السلام سچا ہے یا جھوٹا؟ مستضعفین نے جواب دیا ﴿قَالُوا إِنْ أَرْسِلَ بِهِ مَوْمِنُونَ﴾ ہم کو تو جو وہ لے کر آیا اس پر یقین ہے، یعنی تو حید الہی اس کے بارے میں خبر اور اللہ کے اوامر و نواہی۔ ان سب پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ ﴿قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِينَ آمَنُوا كَافِرُونَ﴾ ان لوگوں نے کہا جنہوں نے تکبر کیا، جس پر تم کو یقین ہے، ہم اس کو نہیں مانتے، تکبر نے ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حق کی اطاعت نہ کریں جس کی اطاعت قوم صالح کے کمزور و ناتواں لوگ کر رہے ہیں۔

﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ﴾ پس انہوں نے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا، جس کے بارے میں جناب صالح علیہ السلام نے ان کو دھمکی دی تھی کہ اگر انہوں نے اس اونٹنی کو بری نیت سے ہاتھ لگایا تو ان پر دردناک عذاب نازل ہوگا ﴿وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ﴾ اور سرکشی کی انہوں نے اپنے رب کے حکم سے، یعنی انہوں نے سخت دلی کامظاہرہ کیا اور اس کے حکم کو تکبر سے ٹھکرا دیا کہ جس کے خلاف اگر کوئی سرکشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب کا مزا چکھاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ عذاب نازل کیا جو دوسروں پر نازل نہیں کیا۔

﴿وَقَالُوا﴾ ان افعال کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ انہوں نے جناب الہی میں جسارت کرتے ہوئے اسے عاجز سمجھتے ہوئے اور اپنے کرتوتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے بلکہ ان پر فخر کرتے ہوئے کہا: ﴿يُضِلُّعِثْنَا بِمَا كُفَرْنَا﴾ اے صالح! لے آ ہم پر جس سے تو ہم کو ڈراتا ہے، یعنی جس عذاب کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے ﴿إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ اگر

تو رسول ہے۔ ﴿فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعَذَابُكُمْ شَدِيدٌ﴾ (ہود: ۶۵/۱۱) ”صالح نے کہا اپنے گھروں میں تین دن اور فائدہ اٹھا لو یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔“ ﴿فَاخَذَ ثَعْمُ الرَّجْفَةِ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَيِّنَ﴾ ”پس آپکڑا ان کو زلزلے نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے“ وہ اپنے گھٹنوں کے بل اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کی جڑ کاٹ دی۔ ﴿فَتَوَلَّى عَنْهُمْ﴾ ”پس صالح ان سے منہ پھیر کر چل دیے“ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا تو صالح علیہ السلام ان کو چھوڑ کر چل دیے ﴿وَقَالَ﴾ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے ان کو ہلاک کر دینے کے بعد ان سے مخاطب ہو کر ان کو زبردستی بخ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ﴾ ”اے میری قوم! میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی۔“ یعنی میں ان تمام احکامات کو تم تک پہنچا چکا ہوں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا تھا۔ میں تمہاری ہدایت کا بہت متمنی تھا اور میں نے تمہیں صراطِ مستقیم اور دینِ قیم پر گامزن کرنے کی بہت کوشش کی۔ ﴿وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّصِيحِينَ﴾ ”لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے“ بلکہ تم نے خیر خواہوں کی بات کو ٹھکرا دیا اور ہر دھڑکارے ہوئے شیطان کی اطاعت کی۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اس قصہ کے ضمن میں بہت سے مفسرین ذکر کرتے ہیں کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی ایک نہایت سخت اور چکنی چٹان سے اس وقت برآمد ہوئی تھی جب کفار نے صالح علیہ السلام سے معجزے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس پتھر نے اونٹنی کو اسی طرح جہنم دیا تھا جس طرح کوئی حاملہ اپنے بچے کو جہنم دیتی ہے۔ ان کے دیکھتے دیکھتے یہ اونٹنی پتھر میں سے برآمد ہوئی۔ جب انہوں نے اونٹنی کو ہلاک کیا تو اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ یہ بچہ تین بار بلبلایا اس کے سامنے پہاڑ پھٹ گیا اور اونٹنی کا یہ بچہ پہاڑ کے اس شکاف میں داخل ہو گیا۔ نیز ان مفسرین کے مطابق صالح علیہ السلام نے کفار سے فرمایا تھا کہ تم پر عذاب کے نازل ہونے کی نشانی یہ ہے کہ ان مذکورہ تین دنوں میں پہلے دن تمہارے چہرے زرد دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ پڑ جائیں گے اور جیسے حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔

ان مفسرین کا بیان کردہ یہ قصہ اسرائیلیات میں شمار ہوتا ہے جن کو اللہ کی کتاب کی تفسیر میں نقل کرنا مناسب نہیں۔ قرآن مجید میں کوئی ایسی چیز وارد نہیں ہوئی جو کسی بھی پہلو سے اس کی صداقت پر دلالت کرتی ہو، بلکہ اس کے برعکس اگر یہ قصہ صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ضرور ذکر فرماتا، کیونکہ یہ واقعہ بہت تعجب انگیز، عبرت انگیز اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہوتا اللہ تعالیٰ کبھی اس کو مہمل نہ چھوڑتا اور اپنی کتاب میں اس کا ذکر کئے بغیر نہ رہتا اور یوں یہ قصہ ناقابلِ اعتماد ذرائع سے نقل نہ ہوتا۔ بلکہ قرآن کریم اس قصہ کے بعض مشمولات کی تکذیب کرتا ہے۔ صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ﴾ (ہود: ۶۵-۱۱) ”اپنے گھروں میں تین دن اور فائدہ حاصل کرلو“، یعنی اس بہت ہی تھوڑے سے وقت میں نعمتوں اور لذتوں سے استفادہ کرلو، کیونکہ اس

کے بعد تمہارے حصے میں کوئی لذت نہ ہوگی اور ان لوگوں کے لیے کون سی لذت اور نعمتوں سے فائدہ اٹھانا ہو سکتا ہے جن کو ان کے نبی نے عذاب کے وقوع کی وعید سنائی ہو اور اس عذاب کے مقدمات کا بھی ذکر کر دیا ہو اور یہ عذاب روز بروز بتدریج اسی طریقے سے واقع ہو رہا ہو جو سب کو شامل ہو کیونکہ ان کے چہروں کا سرخ زرد اور پھر سیاہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے؟ کیا یہ قصہ قرآن کے بیان کردہ واقعات کے خلاف اور متضاد نہیں؟ جو کچھ قرآن بیان کرتا ہے وہی کافی ہے اور وہی راہ ہدایت ہے۔ ہاں! جو چیز رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو جائے اور وہ کتاب اللہ کے خلاف نہ ہو تو سر آنکھوں پر اور یہی وہ چیز ہے جس کی اتباع کا قرآن نے حکم دیا ہے۔ ﴿وَمَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۷۱۵۹) ”جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے روک دے اس سے رک جاؤ“۔

گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ اسرائیلی روایات سے کتاب اللہ کی تفسیر کرنا جائز نہیں، اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ایسے امور کو جن کا جھوٹ ہونا قطعی نہ ہو، بنی اسرائیل سے روایت کرنا جائز ہے۔ تب بھی ان کے ذریعے سے کتاب اللہ کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ کے معانی یقینی ہیں اور ان اسرائیلیات کی تصدیق کی جاسکتی ہے نہ تکذیب۔ پس دونوں میں اتفاق ناممکن ہے۔

وَلَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ اور (یاد کیجئے!) لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم سے کیا کرتے ہو تم ایسی بے حیائی جو نہیں کی پہلے تم سے وہ (برائی) کسی نے بھی مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿۷۷﴾ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ جہان والوں میں سے؟ ○ بلاشبہ تم آتے ہو مردوں کے پاس شہوت رانی کے لیے چھوڑ کر عورتوں کو، بلکہ تم قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿۷۸﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ لوگ ہو حد سے بڑھ جانے والے ○ اور نہیں تھا جواب اس کی قوم کا مگر یہ کہ کہا انہوں نے! نکال دو انہیں مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنْأَسُ يَتَطَهَّرُونَ ﴿۷۹﴾ فَانْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۖ قُلْتُ اپنی بہتی سے بیشک یہ لوگ ہیں بڑے پاک صاف بننے ○ تو نجات دی ہم نے اسکو اور اسکے گھر والوں کو سوائے اسکی بیوی کے كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۸۰﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَأَنْظَرُ کہ تھی وہ باقی ماندہ (ہلاک ہونے والوں) میں سے ○ اور برسائی ہم نے ان پر بارش (پتھروں کی) تو دیکھ لیجئے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۸۱﴾

کیا ہوا انجام مجرموں کا ؟ ○

﴿وَلَوْطًا﴾ یعنی ہمارے بندے لوط (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے جب ہم نے ان کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا کہ

وہ انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیں اور انہیں اس برائی سے روکیں جو پورے جہاں میں ان سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ لوط علیہ السلام نے کہا: ﴿أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ﴾ کیا تم کرتے ہو ایسی بے حیائی، یعنی تم ایک ایسے گناہ کا ارتکاب کرتے ہو جس کی قباحیت اتنی زیادہ ہے کہ فواحش کی تمام اقسام کو اس سے اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔ ﴿مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ﴾ کہ تم سے پہلے نہیں کیا اس کو کسی نے جہاں میں اس کا فحش ہونا قبیح ترین چیز ہے اور یہ کہ اس قبیح فعل کو ان لوگوں نے شروع کر کے بعد میں آنے والوں کے لیے رواج دیا تھا اس سے بھی قبیح تر ہے۔ پھر لوط علیہ السلام نے واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ﴾ خواہش نفسانی پورا کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر لونڈوں پر گرتے ہو، یعنی تم کیسے عورتوں کو چھوڑ کر جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے جن سے تمتع کرنا فطرت اور جبلی شہوت کے مطابق ہے مردوں کے ساتھ بد فعلی کرتے ہو جو کہ قباحیت اور خباثت کی انتہا ہے۔ یہ جسم کا وہ حصہ ہے جہاں سے گندگی اور بدبودار مادے خارج ہوتے ہیں اس حصے کو چھونا اور اس کے قریب جانا تو کجا اس کا نام لینے سے بھی شرم آتی ہے۔ ﴿بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ﴾ بلکہ تم لوگ ہوا سے گزرنے والے، یعنی تم اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود کو پھلانگتے ہو اور اس کے محرمات کے ارتکاب کی جسارت کرتے ہو۔ ﴿وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنْفُسٌ يَتَطَهَّرُونَ﴾ ”اور نہیں تھا جواب اس قوم کا“ مگر یہ کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں، یعنی اپنے آپ کو اس فحش کام سے دور رکھنا چاہتے ہیں ﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ (البـروج: ۸۱/۸۵) ”وہ ان پر صرف اسی بات پر ناراض ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے جو غالب اور قابل ستائش ہے۔“

﴿فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ﴾ ”پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دی، مگر اس کی بیوی کہ رہ گئی وہ وہاں کے رہنے والوں میں، یعنی وہ پیچھے رہ جانے اور عذاب میں گرفتار ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو لے کر راتوں رات وہاں سے نکل جائیں کیونکہ صبح سویرے ان کی قوم پر عذاب ٹوٹنے والا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کے سوا تمام گھر والوں کو لے کر وہاں سے نکل گئے۔ اس عورت کو بھی اس عذاب نے آیا جو ان بدکار لوگوں پر آیا تھا۔“

﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا﴾ ”اور ہم نے ان پر (پتھروں کا) مینہ برسایا،“ یعنی ہم نے سخت گرم کھنگر کے پتھران پر برسائے اور اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو الٹ کر اوپر نیچے کر دیا۔ ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ﴾ ”پس دیکھو کیا ہوا انجام گناہ گاروں کا۔“ ہلاکت اور دائمی رسوائی۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۖ قَالَ يَبْنَؤُمْ عِبَادُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ
 (اور بھیجا ہم نے) طرف مدین کی ان کے بھائی شعیب کو اس نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود اس کے
 قَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَافُتُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخُسُوا
 تحقیق آ گئی تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے پس پورا کرو تم باپ اور تول کو اور مت کم کر کے دو
 النَّاسَ أَشْيَاءَ هُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
 لوگوں کو ان کی چیزیں اور مت فساد کرو تم زمین میں بعد اس کی اصلاح کے یہ بہت بہتر ہے تمہارے لیے
 إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصَدُّونَ
 اگر ہو تم مؤمن ○ اور مت بیٹھو تم ہر ایک راستے پر ڈراتے ہو تم اور روکتے ہو
 عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَن أَمِنَ بِهِ وَتَبَغُّوهَا عَوْجًا ۖ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا
 اللہ کے راستے سے اس شخص کو جو ایمان لائے ساتھ اس کے اور تلاش کرتے ہو تم اس (راہ) میں کئی اور یاد کرو جب کہ تھے تم تھوڑے
 فَكُتِرْكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ
 پس اس نے زیادہ کیا تمہیں اور دیکھو! کیسا ہوا تھا انجام فساد یوں کا ○ اور اگر ہے ایک گروہ
 مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ
 تم میں سے جو ایمان لایا اس پر کہ بھیجا گیا ہوں میں ساتھ اس کے اور ایک گروہ ہے کہ نہیں ایمان لایا وہ پس صبر کرو تم یہاں تک کہ
 يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

فیصلہ کرے اللہ ہمارے درمیان اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ○

﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ﴾ ”مدین کی طرف“ یعنی ایک معروف قبیلہ کی طرف ﴿أَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ ”ان کے بھائی شعیب کو“ مبعوث کیا جو نسب میں ان کے بھائی تھے۔ جو انہیں اللہ وحدہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتے تھے اور ناپ تول کو پورا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ وہ ان کو تلقین کرتے تھے کہ وہ لوگوں کو کم چیزیں نہ دیں اور کثرت معاصی کے ارتکاب سے زمین میں فساد نہ پھیلانیں۔ ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾ ”اور زمین میں خرابی مت ڈالو اس کی اصلاح کے بعد یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم مؤمن ہو“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اور اس کے تقرب کی خاطر گناہوں کو ترک کرنا بندے کے لیے ان گناہوں کے ارتکاب سے۔۔۔ جو اللہ جبار کی ناراضی اور جہنم کے عذاب کا باعث ہے۔۔۔ بہتر اور فائدہ مند ہے۔ ﴿وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ﴾ ”اور ہر راستے پر نہ بیٹھا کرو“ یعنی لوگوں کے لیے راستوں پر گھات لگا کر نہ بیٹھو جہاں کثرت سے لوگوں کا گزر ہوتا ہے اور تم ان راستوں سے لوگوں کو ڈراتے ہو۔ ﴿تُوعِدُونَ﴾ ”ڈراتے ہو“ اور ان پر چلنے سے ان

کو دھمکاتے ہو۔ ﴿وَتَصَدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور اللہ کے راستے سے روکتے ہو۔ یعنی جو کوئی راہ راست پر چلنا چاہتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہو۔ ﴿وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا﴾ اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہو۔ یعنی تم اللہ کے راستے میں کجی چاہتے ہو اور اپنی خواہشات نفس کی پیروی میں اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو۔

تم پر اور دوسرے لوگوں پر واجب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے راستے کی تعظیم اور احترام کرو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کر دیا ہے، تاکہ وہ اس کی رضا کی منزل اور عزت والے گھر تک پہنچنے کے لیے اس پر گامزن ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اپنے بندوں کو اپنی عظیم رحمت سے نوازے۔ تمہیں تو چاہئے کہ تم اس کی مدد کرو اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو اور اس کا دفاع کرو۔ نہ اس کے برعکس کہ تم اس راستے کے راہزن بن کر اس کو مسدود کرو اور لوگوں کو اس راستے سے روکو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناپاسی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ عداوت اور سب سے درست اور معتدل راستے کو ٹیڑھا کرنا ہے اور تم ان لوگوں کو برا بھلا کہتے ہو جو اس راستے پر گامزن ہیں۔

﴿وَإِذْ كُنَّا نَمُرُّ بِالْعُرَّةِ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو ﴿إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَثَرْنَا﴾ جب کہ تم تھوڑے تھے، پس اس نے تم کو زیادہ کر دیا، یعنی تمہیں بیویاں، نسل اور صحت عطا کر کے تمہاری تعداد کو بڑھایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کسی وبا اور کسی ایسی بیماری میں مبتلا نہیں کیا جو تعداد کو کم کر دیتی ہے نہ تم پر کوئی ایسا دشمن مسلط کیا جو تمہیں ہلاک کر دیتا اور نہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین میں تتر بتر کیا۔۔۔ بلکہ یہ اللہ کا تم پر انعام ہے کہ اس نے تمہیں مجتمع رکھا، تمہیں بے حساب رزق اور کثرت نسل سے نوازا۔ ﴿وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ﴾ اور دیکھو کیا ہوا انجام فساد کرنے والوں کا، کیونکہ تم ان کی جمعیت میں تشقت اور افتراق اور ان کے گھروں میں وحشت اور ہلاکت کے مناظر کے سوا کچھ نہیں پاؤ گے۔ انہوں نے اپنے بارے میں اپنے پیچھے کوئی اچھے تذکرے نہیں چھوڑے، بلکہ اس کے برعکس اس دنیا میں بھی لعنت ان کا پیچھا کر رہی ہے اور قیامت کے روز بھی ان کو رسوائی اور فضیحت کا سامنا کرنا ہوگا۔

﴿وَإِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا﴾ اور اگر تم میں سے ایک فرقہ ایمان لایا اس پر جو میرے ہاتھ بھیجا گیا اور ایک فرقہ ایمان نہیں لایا، اور ایمان نہ لانے والا گروہ ان میں سے اکثریت کا گروہ ہے ﴿فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ﴾ تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کرے ہمارے درمیان اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ پس وہ حق کو ماننے والے کی مدد کرے گا اور حق کا ابطال کرنے والے پر عذاب واقع کرے گا۔

